فضائل، فوائد و ثمرات
احکام و مسائل اور کرنے والے کام

حافظ صلاح الدین یوسف

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے

❊❊❊ تنبیہ ❊❊❊

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب کسی بھی الیکٹرانک کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

عرض ناشر

زیر کتاب' اس سے قبل دو کتابچوں کی صورت میں نہایت خوب صورت اور دیدہ زیب انداز میں شائع ہوئی تھی۔ جن کے نام بالترتیب حسب ذیل تھے۔

- رمضان المبارک' احکام و مسائل
- رمضان المبارک میں کرنے والے کام

الحمد للہ عوام و خواص نے ان کتابوں کو پسند کیا۔ اب فاضل مؤلف حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ نے دو حصوں کا مزید اضافہ فرمایا ہے۔

- روزوں کی فضیلت' احادیث صحیحہ کی روشنی میں
- روزے کے فوائد و ثمرات

اس مجموعے میں ان نئے دو حصوں کے ساتھ سابقہ دونوں کتابچوں کو شامل کر کے ان سب کو ایک کتاب کی شکل دے دی گئی ہے۔ یہ کتاب گویا چار مضامین کا مجموعہ ہے جس میں رمضان المبارک سے متعلقہ تمام اہم چیزوں اور احکام و مسائل کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف اور ناشرین کی اس سعی کو قبول فرمائے اور اسے عوام کی اصلاح و ہدایت کا سبب اور ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے' آمین۔

عبدالمالک مجاہد

شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ - اکتوبر ۲۰۰۱ء

روزوں کی فضیلت

احادیث صحیحہ کی روشنی میں

رمضان المبارک کا مہینہ بڑی فضیلت و اہمیت کا حامل ہے اس کی فضیلت متعدد حیثیتوں سے ثابت ہے۔

① جیسے رمضان کے روزے رکھنا' اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

② اسی مہینے میں قرآن مجید کا نزول ہوا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ ﴾ (البقرہ:۲/۱۸۵) جس کا ایک مطلب تو بعض علماء اور مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ سب سے پہلی وحی جو غار حراء میں بصورت ﴿ اِقْرَأْ..... ﴾ جبریل امین لے کر آئے' وہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید پورا کا پورا لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتار دیا گیا' اور لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔

③ اسی ماہ مبارک میں لیلۃ القدر ہوتی ہے' جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴾ (سورۃ القدر) ''شب قدر' ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' ہزار مہینے کے ۸۳ سال ۴ مہینے بنتے ہیں عام طور پر انسانوں کی عمریں بھی اس سے کم ہوتی ہیں۔ لیکن اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ کتنی مہربانی ہے کہ وہ سال میں ایک مرتبہ اسے لیلۃ القدر سے نواز دیتا ہے' جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے ۸۳ سال کی عبادت سے بھی زیادہ اجر و ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ:

«أَنَّهُ سَمِعَ مَنْ يَثِقُ بِهِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُرِيَ أَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهُ، أَوْ مَا شَاءَ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ،

فَكَأَنَّهُ تَقَاصَرَ أَعْمَارَ أُمَّتِهِ أَنْ لاَّ يَبْلُغُوا مِنَ الْعَمَلِ مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِيْ طُولِ الْعُمُرِ، فَأَعْطَاهُ اللهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ»(موطا إمام مالك، الاعتكاف، باب ما جاء في ليلة القدر ۱/ ۳۲۱، طبع مصر)

"انہوں نے بعض معتمد علماء سے یہ بات سنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ سے پہلے لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں' تو آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ آپ کی امت کی عمریں ان سے کم ہیں اور اس وجہ سے وہ ان لوگوں سے عمل میں پیچھے رہ جائے گی' جن کو لمبی عمریں دی گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ اس طرح فرمادیا کہ امت محمدیہ کے لیے لیلۃ القدر عطا فرمادی۔"

(۴) اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور روزہ رکھنا بھی نماز' زکوٰۃ اور حج و عمرہ کی طرح ایک نہایت اہم عبادت ہے۔ اور روزے کی فضیلت متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں فرمایا:

«إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ»(صحيح البخاري، الصوم، ح:۱۸۹۸، ۱۸۹۹ وصحيح مسلم، الصيام، ح:۱۰۷۹)

"جب رمضان آتا ہے تو آسمان (اور ایک روایت میں ہے جنت) کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور (بڑے بڑے) شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔"

«اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ»(صحيح الجامع، ح:۳۸٦۷)

"روزہ ایک ڈھال ہے جس کے ذریعے سے بندہ جہنم کی آگ سے بچتا ہے۔"

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

«اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنْ عَذَابِ اللهِ»(صحيح الجامع، ح:٣٨٦٦)

"روزہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے (بچاؤ کی) ڈھال ہے۔"

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللهِ بَعَّدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا»(صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل الصوم في سبيل الله، ح:٢٨٤٠ وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام في سبيل الله ... ح:١١٥٣)

"جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا' تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال (کی مسافت کے قریب) دور کر دیتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لاَ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ، لاَ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ»(صحيح البخاري، الصوم، باب الريان للصائمين، ح:١٨٩٦ وكتاب بدء الخلق، ح:٣٢٥٧ وصحيح مسلم، باب فضل الصيام، ح:١١٥٢)

"جنت (کے آٹھ دروازوں میں سے) ایک دروازے کا نام "رَیَّان" ہے' جس سے قیامت کے دن صرف روزے دار داخل ہوں گے' ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہو گا' کہا جائے گا' روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے اور (جنت میں داخل ہوں گے) ان کے علاوہ کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہو گا۔ جب وہ داخل ہو جائیں گے' تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی اس سے داخل نہیں ہو گا۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ إِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، يَقُوْلُ الْقُرْآنُ، مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، فَيُشَفَّعَانِ» (صحيح الجامع، بحواله مسند أحمد، طبراني كبير، مستدرك حاكم وشعب الايمان، ح: ٣٨٨٢، ٢/ ٧٢٠)

"روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن کے وقت کھانے (پینے) سے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے روک دیا تھا' پس تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کہے گا' میں نے اس کو رات کے وقت سونے سے روک دیا تھا' پس تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ» (صحيح البخاري، الصوم، باب الصوم كفارة، ح: ١٨٩٥ وصحيح مسلم، الإيمان، باب رفع الأمانة والإيمان من بعض القلوب... الخ، ح: ١٤٤)

"آدمی کی آزمائش ہوتی ہے اس کے بال بچوں کے بارے میں' اس کے مال میں اور اس کے پڑوسی کے سلسلے میں۔ ان آزمائشوں کا کفارہ نماز' روزہ اور صدقہ ہیں۔"

آزمائش کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ چیزوں کے ذریعے سے انسانوں کو آزماتا اور ان کا امتحان لیتا ہے۔ اولاد کی آزمائش یہ ہے کہ انسان ان کی فرط محبت کی وجہ سے غلط رویہ' یا بخل یا خیر سے اجتناب تو اختیار نہیں کرتا' یا ان کی تعلیم و تربیت

میں کوتاہی تو نہیں کرتا؟ مال کی آزمائش یہ ہے کہ انسان اس کے کمانے میں ناجائز طریقہ تو اختیار نہیں کرتا' اسی طرح اسے خرچ کرنے میں اسراف سے یا بخل سے تو کام نہیں لیتا؟ پڑوسی کی آزمائش یہ ہے کہ انسان اس کے آرام و راحت کا خیال رکھتا ہے یا نہیں' اس کے دکھ درد میں اس کا معاون اور دست و بازو بنتا ہے یا نہیں؟

ان ذمے داریوں کی ادائیگی میں جو کوتاہیاں انسان سے ہوجاتی ہیں۔ نماز' روزہ اور صدقہ و خیرات ان کا کفارہ بن جاتے ہیں اور کوتاہیوں کا ازالہ ہوجاتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ﴾ (سورۂ ہود: ۱۱۴) ''نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔'' اس حدیث و آیت سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو نماز' روزہ اور صدقہ و خیرات اور دیگر نیکیوں کا اہتمام کرتے رہنا چاہیے' تاکہ یہ نیکیاں اس کی کوتاہیوں اور گناہوں کا کفارہ بنتی رہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا، إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ» (صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقول إني صائم إذا شتم، ح:١٩٠٤ وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، ح:١١٥١)

''روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ ایک جب وہ روزہ کھولتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسری خوشی) جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے سے خوش ہوگا۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَخَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ» (صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقول: إني صائم إذا شتم، ح:١٩٠٤ وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، ح:١١٥١)

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' روزے دار کے منہ کی بدلی ہوئی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔"

خُلفه یا خَلُوف' اس بو کو کہتے ہیں جو معدے کے خالی ہونے پر روزے دار کے منہ سے نکلتی ہے۔ یہ بو عام حالات سے مختلف اور بدلی ہوئی ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حدیث قدسی بیان فرمائی' جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

«اَلصِّيَامُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ»(صحيح البخاري، باب فضل الصوم، ح: ١٨٩٤ وصحيح مسلم، باب ورقم مذكور)

"روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔"

یعنی دیگر نیکیوں کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ﴿ اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا ﴾ (حوالہ ہائے مذکور) نیکی کا صلہ کم از کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا تک ملے گا۔ لیکن روزے کو اللہ تعالیٰ نے اس عام ضابطے اور کلئے سے مستثنیٰ فرمادیا اور یہ فرمایا کہ قیامت والے دن اس کی وہ ایسی خصوصی جزاء عطا فرمائے گا' جس کا علم صرف اسی کو ہے اور وہ عام ضابطوں سے ہٹ کر خصوصی نوعیت کی ہوگی۔

یہ تمام احادیث' جو بیان ہوئیں' روزوں کی فضیلت میں عام ہیں۔ یعنی ہر قسم کے روزے ان کے ضمن میں آجاتے ہیں' چاہے وہ رمضان کے فرضی روزے ہوں یا رمضان کے علاوہ دیگر نفلی روزے۔ مذکورہ فضیلتیں ہر قسم کے روزے دار کے لیے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے صرف رمضان ہی کے فرضی روزے نہیں رکھتے' بلکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں ہر وقت نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرتے ہیں' جیسا کہ نبی ﷺ کا معمول مبارک تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ ہر مہینے کے ایام بیض (۱۳'۱۴ اور ۱۵ تاریخ) کا روزہ رکھتے' ماہ شعبان کے ایام اکثر روزوں کے ساتھ گزارتے' علاوہ ازیں جب کبھی گھر میں کچھ کھانے کو نہ ہوتا' تو اس دن بھی آپ روزہ رکھ لیتے' عاشورے (۱۰ محرم) کے دن

روزہ رکھتے' بلکہ زندگی کے آخری سال آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں محرم کا روزہ بھی رکھوں گا' تاکہ محض دسویں محرم کا روزہ رکھنے سے یہودیوں سے مشابہت نہ ہو۔ اس طرح نبی کریم ﷺ رمضان کے علاوہ وقتاً فوقتاً نفلی روزوں کا اہتمام فرماتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ صوم وصال بھی رکھ لیتے' یعنی بغیر کچھ کھائے پیئے مسلسل روزے رکھتے۔ جس سے آپ نے اپنی امت کو منع فرمایا۔

رمضان کے روزوں کی خصوصی فضیلت

رسول اللہ ﷺ کا اور آپ کے اتباع میں صالحین و اتقیاء کا کثرت سے نفلی روزے رکھنے کا یہ معمول اور عادت مبارکہ اسی لیے تھی کہ وہ روزوں کی وہ فضیلتیں حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ رکھتے تھے جو پچھلے صفحات میں گزریں۔ جب نفلی روزوں کی فضیلتیں ہیں' تو رمضان کے روزوں کا جو اجر و صلہ ملنا ہے' اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا' جو کہ فرض ہیں۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے رمضان کے روزوں کی بابت فرمایا۔

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»(صحيح البخاري، الصوم، باب من صام رمضان إيمانا واحتسابا ونية، ح:١٩٠١ وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، ح:٧٦٠)

''جس نے رمضان کے روزے رکھے' ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (یعنی دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے نہیں) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتُ مَا بَيْنَهُنَّ، إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ»(صحيح مسلم،

الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة... الخ، ح:٢٣٣)

"پانچوں نمازیں' جمعہ دوسرے جمعے تک اور رمضان دوسرے رمضان تک' ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں' بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔"

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ»(صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال... الخ، ح:١١٦٤)

"جس نے رمضان کے (فرضی) روزے رکھے اور اس کے بعد شوال میں چھ (نفلی) روزے رکھے' وہ شخص ایسے ہے جیسے وہ ہمیشہ روزے رکھنے والا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزے اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا کے تحت ۳۰۰ اور چھ روزے ساٹھ روزوں کے برابر شمار ہوں گے اور قمری سال کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن ہی ہوتے ہیں۔ یوں گویا ایک مسلمان صائم الدھر (ہمیشہ روزہ رکھنے والا) شمار ہوگا۔ اس اعتبار سے شوال کے یہ چھ روزے' جن کو شش عیدی کہا جاتا ہے' نفلی ہونے کے باوجود نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ ہر مسلمان کو رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ یہ چھ روزے بھی رکھ لینے چاہئیں' تاکہ وہ عنداللہ صائم الدھر شمار ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِيْ مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ! أَقْصِرْ، وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ

النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ»(جامع الترمذي، الصوم، باب ماجاء في فضل شهر رمضان، ح:٦٨٢ وسنن ابن ماجه، الصيام، باب ماجاء في فضل شهر رمضان، ح:١٦٤٢ وقال الترمذي، هذا حديث غريب، وقال الألباني وهو كما قال، وله شاهد في المسند يتقوى به وهو الذي بعده، مشكوٰة للألباني ٦١١/١٠)

”جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے' جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے۔ اے نیکیوں کے طالب! خوب پیش قدمی کر! اور اے برائیوں کے طالب! باز آجا۔ اور اللہ کے لیے جہنم سے آزاد کردہ لوگ ہوتے ہیں اور ہر رات کو ایسا ہوتا ہے(یعنی رمضان کی ہر رات کو اللہ جہنم سے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے۔)“

اس روایت میں کچھ ضعف ہے' بقول البانی جو درج ذیل حدیث سے دور ہو جاتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَاكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتُغْلَقُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ» (رواه أحمد والنسائي 'وقال الألباني وهو حديث جيد لشواهده، مشكوٰة: ١/ ٦١٢")

”تمہارے پاس رمضان آیا ہے' یہ برکتوں والا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں' اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں ایک رات ہوتی ہے جو ہزار

مہینے سے بہتر ہے' جو اس کی بھلائی سے محروم رہا' وہ بڑا ہی حرماں نصیب ہے۔"

ایک اور روایت میں ہے' رمضان کے شروع ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ، وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلاَّ مَحْرُومٌ» (رواه ابن ماجه، الصيام، باب ما جاء في فضل شهر رمضان، ح: ١٦٤٤ وقال الألباني، إسناده حسن، حواله مذكور)

"یہ ماہ مبارک تمہارے پاس آگیا ہے' اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے' جو اس سے محروم رہا' وہ ہر طرح کی خیر سے محروم رہا اور اس کی خیر سے بالکل محروم القسمت شخص ہی محروم رہتا ہے۔"

ان احادیث سے واضح ہے کہ رمضان کا مہینہ نہایت عظمت و سعادت کا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ اس کی خصوصی عظمت کی وجہ سے اس ماہ مبارک میں وہ وہ اقدامات فرماتا ہے جو مذکورہ حدیثوں میں بیان ہوئے۔ جن سے اس مہینے کی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

رمضان کی فضیلت میں بعض ضعیف روایات

اس ماہ مبارک کی فضیلت میں بعض روایات بہت مشہور ہیں' لیکن وہ سند کے لحاظ سے کمزور ہیں' اس لیے ان کو بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے' ہم تنبیہہ کے طور پر انہیں بھی یہاں درج کرتے ہیں' تاکہ ضعیف روایات بھی لوگوں کے علم میں آجائیں' جنہیں خطیبان خوش بیان اور واعظان شیریں مقال اپنے وعظ و خطبات میں اکثر بیان کرتے ہیں۔ جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے' جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

«خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ، فَقَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ

فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلَةٍ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّىٰ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّىٰ فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ أَدَّىٰ سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ، قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللهِ! لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعْطِي اللهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ أَوْ تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ أَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لاَ يَظْمَأُ أَبَدًا حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ، وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهِ فِيْهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ»

یہ روایت شعب الایمان بیہقی کے حوالے سے مشکوٰۃ میں درج ہے' مشکوٰۃ ایک نہایت متداول کتاب ہے جو تمام مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اور امام بیہقی کی شعب الایمان چند سال قبل تک غیر مطبوعہ مخطوطے کی شکل میں صرف بعض کتب خانوں میں محفوظ تھی۔ اس لیے عام اہل علم و تحقیق اس کی سند دیکھ کر اس کی صحت و ضعف کا حال معلوم کرنے سے قاصر تھے' اگرچہ بعض شارحین نے اس کی سند میں بعض راویوں کے ضعف کی صراحت کر کے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے' جیسے علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں صراحت کی' حافظ ابن حجر نے بھی اپنے اطراف میں اس کی صراحت کی' اور بھی بعض محدثین نے اس کی صراحت کی۔ ان کے ان اقوال کو تنقیح

الرواۃ اور پھر مرعاۃ المفاتیح میں بھی نقل کیا گیا ہے' جس سے اس روایت کا ضعف بالکل واضح ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا علم چند اہل علم و تحقیق تک ہی محدود رہا۔ عام علماء و واعظ حضرات اس حدیث کو بیان ہی کرتے رہے۔ اللہ بھلا کرے شیخ البانی رحمہ اللہ کا کہ پھر انہوں نے بھی اپنی تعلیقات مشکوۃ میں اس کے ضعف کی صراحت کی۔ شیخ البانی کی تالیفات اور تحقیقات کو اللہ نے اہل علم و تحقیق کے حلقوں میں جو حسن قبول عطا فرمایا ہے' اس کی وجہ سے اس روایت کے ضعف کا علم عام ہوا' کیونکہ شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہونے والی مشکوۃ بھی اہل علم میں متداول ہے۔ مشکوۃ پر شیخ البانی کی مختصر تعلیقات و تحقیقات کا یہ بڑا فائدہ ہوا کہ مشکوۃ کی متعدد احادیث' جو ضعیف تھیں' اور لوگ انہیں بے دھڑک بیان کرتے تھے' اب ان کے ضعف سے اہل علم کی اکثریت واقف ہوتی جا رہی ہے۔ اور شیخ کی اس کاوش و تحقیق سے نقد حدیث کا ذوق بھی عام ہوا اور احادیث کی تحقیق و تخریج کے رجحان کو بھی بڑا فروغ ملا ہے۔ جزاہ اللہ عنا و عن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

بہرحال مقصود اس تفصیل سے یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی بنی اللہ کے حوالے سے جو مذکورہ حدیث مشہور ہے' سند کے لحاظ سے بالکل ضعیف ہے۔ ایسی سخت ضعیف حدیث کا بیان کرنا صرف ناجائز ہی نہیں ہے' بلکہ اندیشہ ہے کہ اس کا بیان کرنے والا ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) (صحیح بخاری' العلم' حدیث ۱۱۰) جیسی وعید کا مستحق نہ بن جائے۔

«مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ وَلاَ مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ» (ذكره البخاري تعليقا، باب جامع في رمضان ـ وأخرجه الأربعة)

"جس نے بغیر کسی عذر اور بیماری کے' رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا' وہ ساری

زندگی بھی اس کی قضاء دیتا رہے تو اس کی قضاء نہیں ہو گی۔"

② یہ روایت امام بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس روایت میں تین علتیں ہیں' ایک اضطراب' دوسری ابوالمطوس راوی کی جہالت اور تیسری یہ شک کہ ابوالمطوس کے باپ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے یا نہیں؟ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری' باب مذکور)

شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے' چنانچہ انہوں نے اسے ضعیف ابی داود' ضعیف ترمذی' ضعیف ابن ماجہ اور ضعیف الجامع ہی میں نقل کیا ہے۔

③ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رمضان کے روزے رکھنا' دوسری جگہوں کے مقابلے میں ہزار رمضان سے افضل ہیں۔ یہ دو روایات ہیں جو مجمع الزوائد میں ہیں اور دونوں ضعیف ہیں۔ (مجمع الزوائد' طبع جدید' بہ تحقیق عبداللہ محمد الدرویش' ج ۳' ص ۳۴۸' ۳۴۹)

④ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا' پیاس کی شدت سے وہ سخت نڈھال ہو گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا تو آپ خاموش رہے' پھر دوپہر کو دوبارہ آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ مرنے لگی ہیں۔ آپ نے ان دونوں عورتوں کو بلوایا اور ایک بڑا پیالہ منگوایا اور باری باری دونوں سے کہا' اس پیالے میں قے کرو' تو دونوں نے خون اور پیپ کی قے کی' دونوں کی قے سے پیالہ بھر گیا۔ آپ نے فرمایا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں (کھانے پینے) سے تو روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے روزہ کھولتی رہیں۔ یہ آپس میں بیٹھی ہوئیں لوگوں کا گوشت کھاتی (یعنی غیبت کرتی) رہیں۔ (مجمع الزوائد' ۳۹۹/۳) روزے میں غیبت وغیرہ سے تو ضرور پرہیز کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

❀ ❀ ❀

روزے کے فوائد و ثمرات

روزہ- نماز' زکوٰۃ اور حج کی طرح ایک عبادت ہے اور عبادات کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالانا' اس سے تعلق و رابطہ استوار کرنا اور اس کی رضاء حاصل کرنا ہے۔ ان عبادات سے کچھ دنیوی مفادات بھی حاصل ہو جائیں تو وہ ضمنی فوائد ہیں' اصل مقصد سے ان کا تعلق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عبادت کی ادائیگی ہر صورت میں ضروری ہے چاہے اس کی علت یا حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے' اس کا کوئی دنیوی فائدہ ہمیں حاصل ہو یا نہ ہو' حتیٰ کہ ہمیں ظاہری طور پر اس میں اپنے جان و مال کا نقصان ہی کیوں نہ محسوس ہو لیکن احکام الٰہی اور عبادات میں کوتاہی ہمارے لیے جائز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جان و مال یعنی سب کچھ قربان کر دینا ہی مومن کا مطلوب و مقصود ہے۔

روزہ بھی ایک ایسی عبادت ہے جس سے کچھ طبی فوائد بھی انسان کو حاصل ہوتے ہیں' جیسے حکماء کی اکثریت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ بسیار خوری سے اجتناب صحت کے لیے مفید ہے۔ روزے میں انسان بسیار خوری سے بچ جاتا ہے (بشرطیکہ وہ عام رواج کے برعکس ثقیل اور بھاری غذاؤں سے پرہیز کرے) تاہم یہ ایک ضمنی فائدہ ہے' روزے کا اصل مقصد وہ روحانی اور قلبی فوائد ہیں جو روزوں کو ان کی شرائط اور آداب کے ساتھ رکھنے کی صورت میں روزے داروں کو حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کے چند روحانی فوائد و ثمرات حسب ذیل ہیں۔

① تقویٰ کا حصول اور تقویٰ کے ثمرات

روزوں کا سب سے بڑا فائدہ تقویٰ کا حصول ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ:۲/۱۸۳) ''تم پر روزہ رکھنا اس لیے فرض کیا گیا

ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔" کیونکہ روزہ بھی عبادت ہی ہے اور عبادت کا مقصد اور فائدہ بھی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حصول ہی بتلایا ہے۔ (دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲/۲۱)

❁ یہ تقویٰ کیا ہے جو روزوں سے انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے؟

❁ اور وہ روزے سے پیدا کس طرح ہوتا ہے؟

❁ اور تقویٰ سے کیا فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں؟

یہ تین سوال قابل غور ہیں۔

﴿۱﴾ تقویٰ کا مطلب' دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا اس طرح راسخ ہوجانا ہے کہ انسان اس کی نافرمانی کے ارتکاب سے باز رہے' ہر قدم سوچ کر اٹھائے اور زندگی کے ہر موڑ پر اور ہر معاملے میں اس کی ہدایات و تعلیمات کی پابندی کرے' اسے بعض بزرگوں نے اس مثال سے واضح کیا ہے کہ ایک شخص ایسی تنگ گزرگاہ سے گزرے جس کے دونوں طرف کانٹے ہوں' تو وہ ایسی گزرگاہ سے کپڑے سنبھال کر اور دامن سمیٹ کر چلے گا تاکہ اس کا دامن کانٹوں سے نہ الجھے۔ تقویٰ بھی اسی احتیاط اور معصیت سے دامن بچاکر زندگی گزارنے کا نام ہے۔

﴿۲﴾ اور یہ تقویٰ روزے سے اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ روزے کی حالت میں ایک مومن نہ کھاتا ہے نہ کچھ پیتا ہے اور نہ بیوی سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے' حالانکہ عام حالات میں اس کے لیے ان میں سے کوئی چیز بھی ممنوع اور حرام نہیں ہے۔ کھانا پینا بھی حلال امر ہے اور بیوی سے مباشرت بھی جائز کام ہے۔ لیکن ایک مومن روزے میں یہ حلال کام بھی نہیں کرتا' حتیٰ کہ گھر کی چاردیواری کے اندر بھی نہیں کرتا جہاں اسے کوئی دیکھنے یا روکنے والا نہیں ہوتا۔ یہ کیا ہے؟ یہ وہی تقویٰ' اللہ کا ڈر ہے جو روزے سے اس کے اندر پیدا ہوا ہے۔

جب ایک مومن اللہ تعالیٰ کے ڈر سے محض اس لیے حلال کام بھی نہیں کرتا کہ روزے میں اللہ تعالیٰ نے ان سے روک دیا ہے اور کسی کے نہ دیکھنے کے باوجود وہ

باز رہتا ہے، تو گویا روزے نے اس کے اندر وہ تقویٰ پیدا کر دیا ہے جو روزے کا اصل مقصد ہے۔ اگر انسان اس ماہانہ مشق کو اپنے احساس و شعور کا حصہ بنالے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ خوف قدم قدم پر اس کے دامن گیر رہ سکتا ہے اور اسے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رکھ سکتا ہے۔ جب وہ اللہ کے حکم پر، اللہ تعالیٰ کے ڈر سے، جائز اور حلال کاموں سے بھی وقتی طور پر رکا رہتا ہے تو جن چیزوں اور کاموں کو اللہ نے ہمیشہ کے لیے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، ایک مومن اور ایک متقی ان کا ارتکاب کس طرح کر سکتا ہے؟

(۳) ایک مومن کے اندر جب یہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے، تو اسے حسب ذیل ثمرات و فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

تقویٰ کے ثمرات و فوائد: (۱) ایک مومن کی ایمانی قوت میں اضافہ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا نقش اس کے دل میں مزید گہرا ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی اطاعت و فرماں برداری میں راحت اور اطمینان محسوس کرتا اور نافرمانی میں اس کی گرفت سے ڈرتا ہے۔

(۲) اس کے عقیدۂ آخرت میں تازگی اور پختگی آجاتی ہے۔ وہ روزے میں اپنی لذتیں قربان اور اپنی خواہشیں ترک کرتا ہے تو ایسا وہ اس یقین کی بنیاد پر کرتا ہے کہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں اس سے زیادہ لذتوں والی چیزیں عطا فرمائے گا۔ یہ عقیدۂ آخرت اور حسن صلہ کا یہ تصور روزے کی مشکلات اور مشقتوں ہی کو اس کے لیے آسان نہیں کرتا بلکہ دین و شریعت کے ہر معاملے میں اس کے اندر صبر و ثبات کی خوبیاں پیدا کرتا ہے جو اسے دین پر قائم رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف نہیں کرنے دیتیں۔

(۳) جب ایک مومن اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزے میں ایک خاص وقت (صبح صادق کے ہو جانے) پر کھانے پینے اور دیگر خواہشات سے رک جاتا ہے اور ایک

دوسرے وقت پر (سورج کے غروب ہوتے ہی) کھانا پینا شروع کر دیتا ہے اور دوسری جائز خواہشات بھی پوری کرنی چاہتا ہے تو کر لیتا ہے۔ تو شب و روز کے لمحات و اوقات میں اللہ تعالیٰ کی یہ فرماں برداری اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی عبودیت و بندگی اور اس کے سامنے سرافگندگی و خود سپردگی کا جذبہ و شعور پیدا کرتی ہے کہ انسان کا اپنا کچھ نہیں ہے' سب کچھ اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے۔ ایک ایک لمحے اور ایک ایک گھڑی کو اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں یا اس کی مرضی و منشا کے مطابق ہی گزارنا ہے۔ اسی کا نام کمال عبودیت اور کمال بندگی ہے جو انسان سے مطلوب ہے۔

(۴) اور جب بندگی کا یہ شعور اور ہر لمحے اور ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا یہ جذبہ عام ہو جاتا ہے تو پھر پورا معاشرہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ جاتا اور پورا ماحول ایمان کے نور سے منور ہو جاتا ہے' پھر کفر و شرک (یعنی غیروں کا رنگ) وہاں سے مٹ جاتا اور معصیت و نافرمانی کی تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف "صِبْغَةُ اللّٰه" ہی کی جلوہ آرائی اور دین و شریعت ہی کی روشنی نظر آتی ہے۔ جیسے رمضان المبارک میں ہوتا ہے۔ رمضان میں دن کو سب مسلمان ایک ہی کیفیت میں نظر آتے ہیں۔ گھر میں ہوں تب بھی' دفتر اور کارخانے میں ہوں تب بھی' سڑکوں اور بازاروں میں ہوں تب بھی' تنہا ہوں تب بھی' اور مجلس میں ہوں تب بھی' امیر ہوں تب بھی فقیر ہوں تب بھی' راعی و حکمراں ہوں تب بھی اور رعایا ہوں تب بھی۔ سب ایک ہی جذبے سے سرشار' سب پر ایک ہی کیفیت کا غلبہ اور سب ایک ہی آقا کے غلام اور ایک ہی حاکم کے محکوم نظر آتے ہیں۔ پورے معاشرے اور ماحول میں یہ یکسانیت کس نے پیدا کی؟ ایک ہی جذبہ و احساس کی کارفرمائی کیوں ممکن ہوئی؟ اور سب پر ایک ہی رنگ کا غلبہ کیوں اور کیسے ہوا؟

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی کامل بندگی و اطاعت کے جذبے سے ہوا جو رمضان المبارک میں روزوں کی وجہ سے انسانوں کے اندر پیدا ہوتا ہے اور

اللہ تعالیٰ ایک مہینے کے مسلسل روزوں کی مشق سے مسلمان معاشروں اور ملکوں میں ایسا ہی ماحول مستقل طور پر پیدا کرنا چاہتا ہے' جس میں نیکی غالب اور بدی مغلوب ہو' خیر کی کارفرمائی ہو اور شر کو رونمائی کا موقع نہ ملے' حق پر چلنے والے سرخرو ہوں اور باطل پر چلنے والے روسیاہ۔

لیکن ایسا تب ہی ہو سکتا ہے جب رمضان المبارک میں حاصل ہونے والے تقویٰ کی ہم حفاظت کریں' اس جذبے اور شعور کو زندہ رکھیں جو روزہ ہمارے اندر پیدا کرتا ہے' اس ایمانی پختگی کو قائم اور اس عقیدۂ آخرت کو دل و دماغ میں ہر وقت مستحضر رکھیں جس سے روزے کی حالت میں ہم سرشار رہتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ اور دعوت غور و فکر: آج ہمارے معاشرے میں صورت حال اس کے برعکس ہے' نیکی مغلوب اور بدی غالب ہے۔ شر خوب پھل پھول رہا ہے اور خیر سکڑتا اور سمٹتا جا رہا ہے' حق کی قوتیں کمزور ہو رہی ہیں اور باطل قوتیں دندنا رہی ہیں' حتیٰ کہ نیکی کرنے والے منہ چھپاتے پھر رہے ہیں اور برائی کرنے والے ڈنکے کی چوٹ پر خوب دھڑلے سے برائیاں کر رہے ہیں' حالانکہ ہم سالہا سال سے رمضان المبارک کے روزے رکھتے چلے آ رہے ہیں' لیکن اس کے باوجود نیکی کا عمومی ماحول نہیں بن رہا ہے' ہمارے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو رہی ہے اور ہم اخلاق و کردار کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم ایک رسم کے طور پر روزہ رکھ لیتے ہیں اور اس کی روح کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش نہیں کرتے' ایک محدود وقت کے دوران میں تو ہم کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں' لیکن محرمات ابدی سے اجتناب ضروری نہیں سمجھتے۔ گویا تقویٰ کی اصل حقیقت سے ہم محروم ہی رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ روزے سے ہماری ایمانی قوت میں کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ عقیدۂ آخرت کا صحیح استحضار ہی حاصل ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ہمارے دلوں

میں راسخ ہوتا ہے۔
جب کہ برائیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایمان مستحکم' آخرت پر یقین مضبوط اور اللہ تعالیٰ کا خوف عناں گیر ہو۔ جب ایسا ہو جاتا ہے تو پھر انسان نہ صرف یہ کہ خود برائی کا ارتکاب نہیں کرتا' بلکہ برائی کو ہوتا ہوا دیکھنا بھی اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ ایمان اور تقویٰ اسی جذبہ و شعور کا نام ہے۔
آج ضرورت اسی شعوری ایمان اور حقیقی تقویٰ کی ہے جو برائی کی راہ میں سد سکندری بن جائے۔ معاشرے میں کھلم کھلا کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت نہ ہو اور لوگ معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے اسی طرح شرم اور حجاب محسوس کریں جیسے رمضان المبارک میں سرعام کھانے پینے میں ایک روزہ خور بھی شرم اور حجاب محسوس کرتا ہے۔
مذکورہ فوائد کے علاوہ روزے کے چند اور فوائد بھی ہیں۔ روزے دار کو کوشش کرنی چاہئے کہ روزے کے یہ سارے فائدے وہ حاصل کرے تاکہ یہ عبادت لاحاصل نہ رہے۔ یہ مزید فوائد حسب ذیل ہیں۔

② روزہ نفس کی سرکشی کا زور توڑنے میں مددگار عمل ثابت ہوتا ہے

عام طور پر دو چیزیں گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتی ہیں۔ ایک نفس کی بڑھتی ہوئی خواہش اور اس کی سرکشی۔ دوسرا شیطان کا وجود اور اس کا مکروفریب۔
رمضان المبارک میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے جس سے یقیناً نیکی کے رجحان میں اضافہ ہوتا اور خدا خوفی کا ماحول پروان چڑھتا ہے۔ خیر کے اس اضافے اور نیکی کے ماحول سے انسان اگر پورا فائدہ اٹھائے' تو اس سے یقیناً اس کے مزاج و کردار کا وہ فساد دور ہو سکتا ہے جو رمضان المبارک کے گزرتے ہی دوبارہ لوٹ آتا ہے اور رمضان کی مشق و تربیت کو کالعدم کر دیتا ہے۔

روزہ نفس کی بڑھتی ہوئی سرکشی کو بھی لگام دیتا اور اس کی حیوانی خواہشوں کو بھی بے قابو نہیں ہونے دیتا۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے نوجوانوں کو بطور خاص فرمایا تھا' کیونکہ نوجوانی میں نفس زیادہ زور آور ہوتا ہے۔

«يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ» (صحيح البخاري، النكاح، باب٢، ح:٥٠٦٥ وصحيح مسلم، النكاح، باب١، ح:١٤٠٠)

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھتا ہے' اس کو چاہئے کہ وہ شادی کرلے' اس لیے کہ یہ (شادی) نگاہوں کو پست رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوتی ہے اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتا' تو وہ روزے رکھے' کیونکہ روزہ اس کی نفسانی خواہشوں کا زور توڑے رکھے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی سرکشی کا زور توڑنے کے لیے روزہ ممدومعاون ہے۔ اسی لیے ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے روزے کو ایک نفع بخش عمل قرار دیا۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

«قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! مُرْنِيْ بِأَمْرٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهِ، قَالَ: عَلَيْكَ بِالصِّيَامِ فَإِنَّهُ لاَ مِثْلَ لَهُ» (سنن النسائي، الصيام، باب فضل الصيام، ح:٢٢٢٣)

''میں نے کہا' اللہ کے رسول! مجھے ایسا کام بتلایئے جو مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا' روزے رکھا کرو' اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔''

③ روزے سے صبر کا وصف راسخ ہوتا ہے

صبر بھی ایک ایسا اہم عمل ہے کہ اس کے بغیر دین پر عمل اور ایمانی

تقاضوں کی تکمیل ممکن نہیں۔ صبر کا وصف ہی انسان کے اندر ایسا حوصلہ پیدا کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ساری دنیا سے لڑنے اور باطل قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

صبر کے مفہوم میں حسب ذیل چیزیں شامل ہیں۔

۱۔ اپنے نفس پر کنٹرول کر کے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اور اس کی معصیت سے بچنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں نفس کی لذتوں اور اس کے حیوانی تقاضوں کو نظرانداز کر دینا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے میں جو مشکلات پیش آئیں، انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور لوگوں کی لعنت ملامت کی پروا نہ کرنا۔

روزے میں انسان اپنے نفس کی لذتوں اور اس کے حیوانی تقاضوں کو نظرانداز کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتا ہے، جس سے اس کے اندر صبر کا وصف راسخ ہوتا اور مذکورہ خوبیوں کا انعکاس ہوتا ہے۔

④ روزے سے اخوت و ہمدردی کا احساس اجاگر ہوتا ہے

روزے میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے، تو اسے ان لوگوں کی تکلیفوں کا احساس ہوتا ہے جن کی زندگی تنگ دستی اور فقر و فاقہ میں گزرتی ہے، اس لیے کہ مومنوں کا وصف یہ بیان کیا گیا ہے۔

«مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى»(صحيح مسلم، البر والصلة، باب تراحم المؤمنين ... الخ، :٢٥٨٦)

"آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھنے میں، ایک دوسرے کے ساتھ

رحم کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و نرمی کرنے میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے۔ جب جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے سارا جسم بیدار رہتا ہے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

«اَلْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ، إِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهُ، اشْتَكٰى كُلُّهُ، وَإِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهُ، اشْتَكٰى كُلُّهُ» (حواله مذكور)

"سب مسلمان شخص واحد کی طرح ہیں' اگر اس کی آنکھ میں درد ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور اس کے سر میں درد ہوتا ہے تب بھی سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔"

اور جب ایک مسلمان روزے کی حالت میں فقر و فاقہ کی کیفیتوں سے گزرتا ہے تو اس کے اندر ایسے لوگوں کے بارے میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو مستقل طور پر فقر و فاقہ سے دوچار رہتے ہیں' چنانچہ وہ اپنی طاقت کے مطابق ان سے بھائی چارگی کا اظہار کرتا اور ان کی تکلیفوں کو دور کرنے میں ان کے ساتھ تعاون کرتا ہے' جیسا کہ اسلام کا تقاضا ہے۔

⑤ روزہ اخلاق و کردار کی بلندی پیدا کرتا ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّيْ امْرُءٌ صَائِمٌ»

(صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقول: إني صائم إذا شتم، ح: ١٩٠٤)

"روزہ ایک ڈھال ہے' جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو دل لگی کی باتیں کرے نہ شور و شغب۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑنے کی کوشش کرے تو کہہ

دے 'بھئی! میں تو روزے دار ہوں۔"

اس حدیث میں روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے' کس چیز سے؟ گالی گلوچ سے' شوروشغب اور دل لگی کی باتوں سے' حتیٰ کہ کوئی گالی بھی دے دے تو کہہ دیا جائے' میں تو روزے دار ہوں' میں روزے کی حالت میں اپنی زبان کو گالی سے آلودہ نہیں کروں گا' لڑائی کا جواب لڑائی سے نہیں' عفو و درگزر سے دوں گا۔ یہ اخلاق و کردار کی وہ بلندی ہے جو روزے سے پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔

<u>روزے داروں کے لیے وعید:</u> نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلاَّ الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلاَّ السَّهَرُ»(رواه الدارمي، مشكوٰة، الصوم، باب تنزيه الصوم، ح: ٢٠١٤، وقال الألباني إسناده جيد)

"کتنے ہی روزے دار ہیں جن کو ان کے روزے سے سوائے پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی شب بے دار ہیں' جن کو ان کی شب بیداری سے سوائے بیداری اور بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

یہ کون سے بدنصیب روزے دار ہوں گے جنھوں نے روزے رکھ کر بھوک پیاس کی تکلیف تو برداشت کی ہوگی' لیکن روزے کے اجر و ثواب سے محروم رہیں گے؟ یہ وہی لوگ ہوں گے جن کے اندر روزے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے' نہ اخلاق و کردار کی بلندی اور نہ دیگر فوائد و ثمرات ہی انہیں حاصل ہوتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ لاَ تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

احکام و مسائل

اس باب میں روزے سے متعلق ضروری احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں' مثلاً روزے کے واجبات و آداب کیا ہیں؟ رمضان المبارک میں کون سی دعائیں مسنون ہیں؟ اس کے فوائد اور فضائل کیا ہیں؟ روزہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟ اور اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ وغیرہ' مختصراً ان باتوں کا ذکر ہو گا۔ وباللہ التوفیق۔

روزے کی اہمیت روزے کی اہمیت تو اسی سے واضح ہے کہ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ»(صحيح البخاري، الإيمان، باب (١)، ح:٨ وصحيح مسلم، الايمان، باب بيان أركان الإسلام... الخ، ح:١٦)

''اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ② نماز قائم کرنا ③ زکوۃ ادا کرنا۔ ④ بیت اللہ کا حج کرنا (اگر استطاعت حاصل ہو جائے) ⑤ اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

روزے کا وجوب رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزوں کی بابت فرمایا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ ﴾ (البقرة۲/ ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر (رمضان المبارک کے) روزے رکھنا فرض کیے گئے

ہیں۔"

اور فرض کا انکار کفر و ارتداد ہے۔ اس سے بھی روزے کی اہمیت واضح ہے۔

روزے کی تعریف صوم کے لغوی معنی تو رُک جانے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں یہ اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے جس میں ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام مفطرات سے' طلوع فجر سے غروب شمس تک۔ رُکا رہتا ہے۔ مفطرات کے معنی ہیں' روزے کو توڑ دینے والی چیزیں۔ جیسے کھانا' پینا' بیوی سے ہم بستری کرنا۔ یہ ساری چیزیں اگرچہ حلال ہیں' لیکن روزے کی حالت میں یہ چیزیں ممنوع ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم پر فجر سے لے کر سورج کے ڈوبنے تک' ان تمام چیزوں سے بچ کر رہنے کا نام روزہ ہے۔

روزے کا مقصد اس تعریف اور عمل سے ہی روزے کا وہ مقصد واضح ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزے کا حکم دیتے ہوئے ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۸۳) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ کا مطلب ہے' دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اس کا خوف اس طرح جاگزیں ہو جائے کہ ہر کام کرنے سے پہلے انسان یہ دیکھے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ حلال ہے یا حرام؟ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا یا ناراض؟

روزے سے یہ تقویٰ کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان روزے کی حالت میں گھر کی چاردیواری کے اندر بھی' جہاں اس کو کوئی دیکھنے والا ہوتا ہے نہ اس کا کوئی مؤاخذہ کرنے والا' کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ بیوی سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے' کیوں؟ محض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کی حالت میں ان چیزوں سے اسے روک دیا ہے۔ تو پورے ایک مہینے کی تربیت سے۔ بشرطیکہ انسان خلوص دل اور کامل اذعان اور شعور سے کوشش کرے' اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف راسخ ہو جاتا ہے اور یہ بات اس کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے کہ جب

روزے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حلال چیزوں سے بھی میں اجتناب کرتا رہا ہوں' تو جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دی ہوئی ہیں' ان کا ارتکاب میرے لئے کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ یا اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی واے کام کیوں کروں؟ (جیسا کہ اس کی کچھ تفصیل اس سے پہلے --فوائد و ثمرات-- کے باب میں گزر چکی ہے۔)

مختلف حالات اور اعتبارات سے لوگوں کی قسمیں

① روزہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔

② نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں۔ تاہم ان کی طاقت کے مطابق ان سے روزے رکھوائے جائیں' تاکہ ایک تو وہ اس کے عادی ہو جائیں۔ دوسرے' ان کے اندر یہ شعور پختہ ہو جائے کہ بالغ ہونے کے بعد روزہ رکھنا ان کے لئے ضروری ہو گا۔ جیسے حکم ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے اور دس سال کی عمر میں بچے کو ڈانٹ ڈپٹ کر نماز پڑھوائی جائے۔ اس کا مقصد بھی نماز کی اہمیت و فرضیت کا احساس اس کے اندر پیدا کرنا ہے۔

③ مریض اگر روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرے یا روزہ رکھنے سے اس کے مرض میں اضافے کا اندیشہ ہو تو وہ بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھے۔ تاہم روزوں کی قضاء بعد میں ضروری ہے۔

④ یہی حکم ان عورتوں کے لئے ہے جو حمل سے ہوں یا ان کی گود میں شیرخوار بچہ ہو۔ اگر روزہ رکھنے میں وہ تکلیف محسوس کریں یا بچے کی بابت انہیں کوئی اندیشہ ہو یا ڈاکٹر اس قسم کی ہدایت دے۔ تو حاملہ اور مرضعہ عورتیں روزہ چھوڑ سکتی ہیں' لیکن بعد میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ضروری ہے۔

⑤ عورتوں کو حیض اور نفاس کے ایام میں روزے رکھنا ممنوع ہیں۔ حیض کا مطلب' ماہواری ہے اور نفاس کا مطلب' زچگی (ولادت) کے ایام ہیں۔ جب تک ولادت کا خون بند نہ ہو جائے' نفاس کی حالت شمار ہوگی' اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اور کم سے کم کا کوئی تعین نہیں۔ جب بھی خون بند ہو جائے' وہ پاک

سمجھی جائیں گی اور غسل طہارت کے بعد ان کے لئے نماز اور روزے کا اہتمام (اگر ماہ رمضان ہو) ضروری ہو گا۔ حیض اور نفاس کی حالت میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ضروری ہے۔

⑥ جو شخص روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو۔ جیسے کوئی شخص دائمی مریض ہو جس کی صحت یابی کی امید نہ ہو یا بہت بوڑھا آدمی' جس کی طاقت و توانائی ختم ہو چکی ہو۔ یہ دونوں چونکہ روزہ نہیں رکھ سکتے' اس لئے یہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ ان کے لئے اطعام مسکین کا فدیہ روزہ رکھنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

⑦ مجنون (پاگل) یا وہ شخص جس کے ہوش و حواس مختل ہو جائیں اور اس کے اندر کسی چیز کی تمیز کرنے کا شعور باقی نہ رہے' اسی طرح زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے کسی کی عقل ماؤف ہو جائے اور وہ بھی ہوش و تمیز سے عاری ہو جائے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ تینوں قسم کے افراد روزہ نہیں رکھ سکتے۔ لیکن یہ فدیۂ طعام مسکین کے بھی مکلف نہیں ہیں۔

⑧ کسی شخص کو کوئی اضطراری حالت لاحق ہو جائے۔ جیسے کسی ڈوبتے شخص کو بچانے کے لئے دریا یا سمندر میں غوطہ زنی کی ضرورت پیش آجائے۔ یا جلتی آگ میں سے انسانوں کو باہر نکالنے کا کام کرنا پڑ جائے۔ اس قسم کی اضطراری حالت میں روزہ توڑے بغیر کچھ کرنا مشکل ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ لیکن بعد میں اس کی قضاء ضروری ہے۔

⑨ مسافر' سفر میں دقت محسوس کرے' تو اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے' اس کی قضاء بعد میں ضروری ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو ہمیشہ ہی سفر پر رہتے ہوں۔ جیسے بسوں' ریلوں وغیرہ کے ڈرائیور۔ یا بسلسلہ ملازمت ایک شہر سے دوسرے شہر میں روزانہ سفر کرنے والے حضرات۔ ان کے لئے بھی اگرچہ روزہ چھوڑنا جائز ہے' لیکن روزوں کی قضاء ان کے لئے بھی ضروری ہے۔ اس لئے سفر عارضی ہو یا دائمی' روزہ

رکھنے یا نہ رکھنے کی تو رخصت اور اجازت ہے۔ لیکن ان کے لئے روزوں کی معافی نہیں ہے۔ ان کے لئے رمضان کے روزے پورے کرنے ضروری ہیں۔ اگر سفر کی وجہ سے رمضان میں نہیں رکھیں گے تو رمضان کے بعد قضاء ضروری ہے۔

روزے کے ضروری احکام

1 وجوب نیت فرض روزوں کے لئے رات کو طلوع فجر سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ»(سنن أبي داود، الصيام، باب النية في الصوم، ح: ٢٤٥٤)

"جس نے فجر سے پہلے پہلے رات کو روزے کی نیت نہ کی' اس کا روزہ نہیں۔"

رمضان المبارک میں رات کو ہر مسلمان کی نیت ہوتی ہے کہ اس نے صبح روزہ رکھنا ہے' علاوہ ازیں فجر کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے اس نے سحری بھی کھانی ہوتی ہے' اور سحری کا وقت بھی رات ہی میں شامل ہے۔ اس اعتبار سے نیت تو بہرحال ہوتی ہی ہے' کیونکہ نیت کا محل' دل ہے نہ کہ زبان۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ رکھنے کی نیت کے کوئی الفاظ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اور یہ جو عام کیلنڈروں میں روزے کی نیت کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں: (وبصوم غد نويت من شهر رمضان) بالکل بے اصل ہیں' ان کی کوئی سند نہیں ہے۔ اس لئے ان الفاظ کا پڑھنا صحیح نہیں' کیونکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہی نہیں ہیں۔

2 روزے کا وقت طلوع فجر سے غروب شمس تک ہے۔ صبح صادق سے پہلے سحری کھا لی جائے اور پھر سورج کے غروب ہونے تک تمام مفطرات سے اجتناب کیا جائے۔

3 سحری ضرور کھائی جائے بعض لوگ سحری کھانا ضروری نہیں سمجھتے اور رات ہی کو کھا پی کر سو جاتے ہیں یا آدھی رات کو کھا لیتے ہیں۔ یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَكْلَةُ السَّحَرِ»
(صحيح مسلم، الصيام، باب فضل السحور...، ح:١٠٩٦)

"ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان فرق کرنے والی چیز' سحری کا کھانا ہے۔"

یعنی اہل کتاب سحری نہیں کھاتے اور مسلمان سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں۔ اس لئے سحری ضرور کھانی چاہیئے۔ چاہے ایک کھجور یا چند گھونٹ پانی ہی ہو۔ اس میں برکت بھی ہے اور جسمانی قوت کا ذریعہ بھی اور یہ دونوں چیزیں روزہ نبھانے کے لئے ضروری ہیں۔ اسی لئے نبی ﷺ نے سحری کو غدائے مبارک سے تعبیر فرمایا ہے۔
(سنن ابی داود۔ الصیام' باب من سمی السحور الغداء' حدیث: ۲۳۴۴)

ایک اور حدیث میں فرمایا:

«اَلسَّحُوْرُ أَكْلُهُ بَرَكَةٌ فَلَا تَدَعُوْهُ وَلَوْ أَنْ يَّجْرَعَ أَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِنْ مَاءٍ فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ»(الفتح الرباني: ١٠/١٦)

"سحری کا کھانا باعث برکت ہے' اس لئے اسے نہ چھوڑو' چاہے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا معمول اور طریقۂ مبارک یہ تھا کہ سحری فجر سے تھوڑی دیر پہلے بالکل آخری وقت میں کھایا کرتے تھے۔ روزے داروں کے لئے اس طریق نبوی کو اپنانے میں بڑے فائدے ہیں۔ مثلاً فجر کی نماز میں سستی نہیں ہوتی۔ سحری سے فراغت کے فوراً بعد نماز فجر کا وقت ہو جاتا ہے۔ انسان آسانی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے اور روزے کی ابتداء اور انتہاء کے درمیان وقفہ کم ہو جاتا ہے جس سے

روزے دار کو سہولت مل جاتی ہے' وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "صوم وصال" یعنی بغیر کچھ کھائے پیئے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری' الصیام' باب الوصال' ح:۱۹۶۲ و مسلم' باب النھی عن الوصال' ح:۱۱۰۴)

4 روزہ کھولنے میں جلدی کرنا نبی کریم ﷺ کی ایک سنت یہ بھی ہے کہ روزہ کھولنے میں تاخیر نہ کی جائے' بلکہ جلدی کی جائے۔ جلدی کا مطلب' سورج کے غروب ہونے سے قبل روزہ کھولنا نہیں ہے' بلکہ سورج کے غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر فوراً روزہ کھولنا ہے۔ جیسے بعض لوگ سورج غروب ہونے کے بعد اتنا اندھیرا چھا جانے کو ضروری سمجھتے ہیں کہ تارے نظر آنے لگ جائیں۔ نبی ﷺ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ کا یہی معمول تھا۔ اس لئے آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم یہود و نصاریٰ کے برعکس سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ»(صحيح البخاري، الصوم، باب تعجيل الإفطار، ح:١٩٥٧ ومسلم، الصيام، باب فضل السحور، ح:١٠٩٨)

"لوگ اس وقت تک ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے۔"

5 روزہ کس چیز سے کھولا جائے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ»(سنن أبي داود، الصيام، باب ما يفطر عليه،

ح:۲۳۵٦)

"رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے' اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھواروں سے روزہ کھولتے۔ اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرمالیتے۔"

ہمارا معمول اس نبوی معمول سے کتنا مختلف ہے۔ ہمارے ہاں افطاری کے وقت انواع و اقسام کے پھل فروٹ کے علاوہ چٹ پٹی اور مصالحے دار چیزوں کی بھی فراوانی ہوتی ہے' جس سے معدے میں گرانی ہو جاتی ہے جو صحت کے لئے سخت مضر ہے۔ ہمیں بھی ان تکلفات کی بجائے سادگی ہی کو اختیار کرنا چاہیئے' اسی میں اخروی اجروثواب بھی ہے اور دنیوی فائدہ بھی۔

6 قبولیت دعا کا وقت

سارا دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بھوک پیاس برداشت کرنے اور اپنی جنسی خواہش پر کنٹرول کرنے کی وجہ سے ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص مقام حاصل ہو جاتا ہے' اس لئے افطاری کے وقت قبولیت دعا کا بھی بہت امکان ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ»(سنن ابن ماجه، الصيام، باب في الصائم لا ترد دعوته، ح:۱۷۵۳)

"افطاری کے وقت روزے دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔"

7 افطاری کے وقت کون سی دعا پڑھی جائے

اس سلسلے میں ایک دعا یہ مشہور ہے۔ ((اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ)) لیکن یہ مرسل روایت ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف شمار ہوتی ہے۔ ایک دوسری دعا ہے جو عام کیلنڈروں میں لکھی ہوتی ہے۔ ((اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ))

یہ دعا بالکل بے سند اور بے اصل ہے۔ ایک تیسری دعا ہے جو نبی ﷺ افطاری کے وقت پڑھتے تھے:

«ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ»(سنن أبي داود، الصيام، باب القول عند الإفطار، ح:٢٣٥٧)

"پیاس دور ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہوگیا۔"

اس کی سند حسن درجے کی ہے۔ (مشکوٰۃ' للالبانی-۱/ ۲۶۱) اس لئے بہتر ہے کہ افطاری کے وقت یہی دعا پڑھی جائے۔ اگرچہ شیخ البانی نے دوسری مرسل روایت کو بھی شواہد کی بنا پر قابل قبول قرار دیا ہے۔ لیکن بعض دوسرے علماء شیخ البانی کی اس رائے سے متفق نہیں اور وہ اسے ضعیف ہی قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

8 روزہ کھلوانے کا ثواب | نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ»(شرح السنة، باب ثواب من فطر صائما، ح:١٨١٩ وشعب الإيمان، الصيام، فضل فيمن فطر صائما، ح:٣٩٥٣)

"جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا' یا کسی غازی کو تیار کیا' تو اس کے لئے بھی اس کے برابر اجر ہے۔"

روزہ کھلوانے کا یہ اجر ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق حاصل کر سکتا ہے' اس کے لئے پر تکلف دعوت کی ضرورت نہیں۔

9 روزے دار کے لئے حسب ذیل چیزوں سے اجتناب ضروری ہے

❁ جھوٹ سے: جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي

أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»(صحيح البخاري، الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، ح:۱۹۰۳)

"جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا' تو اللہ عزوجل کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے روزے کی کوئی اہمیت نہیں۔

❁ لغو اور رفث سے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَإِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ أَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ فَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ»

(صحيح ابن خزيمه ۳/ ۲٤۲، ح:۱۹۹٦ ـ مط ـ المكتب الإسلامي)

"روزہ صرف کھانا پینا (چھوڑنے کا) نام نہیں ہے۔ روزہ تو لغو اور رفث سے بچنے کا نام ہے۔ اس لئے اگر تجھ کو کوئی سب و شتم کرے یا تیرے ساتھ جہالت سے پیش آئے' تو تُو کہہ دے 'میں تو بھئی روزے دار ہوں۔'"

❁ لغو: ہر بے فائدہ اور بے ہودہ کام کو کہتے ہیں۔ جیسے ریڈیو اور ٹی وی کے لچر اور بے ہودہ پروگراموں کا سننا اور دیکھنا ہے۔ تاش' شطرنج اور اس قسم کے دیگر کھیل ہیں۔ فحش ناول' افسانے اور ڈرامے ہیں۔ دوست احباب کے ساتھ خوش گپیاں' چغلیاں' بے ہودہ مذاق اور دیگر ناشائستہ حرکتیں ہیں۔

❁ رفث کا مطلب: جنسی خواہشات پر مبنی باتیں اور حرکتیں ہیں۔ یہ لغو و رفث روزے کی حالت میں بالخصوص ممنوع ہیں۔ اس لئے تمام مذکورہ باتوں اور حرکتوں سے اجتناب کیا جائے۔

اسی طرح کوئی لڑنے جھگڑنے کی کوشش کرے' گالی گلوچ کر کے اشتعال دلائے۔ تو روزے دار اس جہالت کے مقابلے میں صبرو تحمل اور درگزر سے کام لے اور دوسرے فریق کو بھی اپنے عمل سے یہ وعظ و نصیحت کرے کہ روزے کی حالت میں

بالخصوص جدال و قتال سے بچنا اور قوت برداشت سے کام لینا چاہیئے۔

جھوٹ اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب کا مطلب ہے کہ روزے میں نہ جھوٹی بات کرے نہ دجل و فریب پر مبنی کوئی حرکت۔ جیسے دکان میں بیٹھ کر گاہکوں سے جھوٹ بولے یا ان کو دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کرے' جیسا کہ بدقسمتی سے بے شمار دکاندار ان حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ حرکتیں ہر وقت ہی ممنوع ہیں۔ لیکن روزہ رکھ کر ان حرکتوں کا ارتکاب تو بہت بڑی جسارت اور غفلت شعاری کا عجیب مظاہرہ ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلاَّ الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلاَّ السَّهَرُ»(مسند أحمد: ٢/ ٤٤١ وسنن الدارمي، الرقائق، باب في المحافظة على الصوم، ح:٢٧١٦ وقال الألباني إسناده جيد، مشكوة للألباني: ١/ ٦٢٦)

"کتنے ہی روزے دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے' روزہ رکھنے سے کچھ نہیں ملتا اور کتنے ہی شب بیدار ہیں' جن کو بے خوابی کے سوا شب بیداری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا"

روزے دار کے لئے کون کون سے کام جائز ہیں

① حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ تاہم نماز کے لئے غسل کرنا ضروری ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ، وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ» (صحيح البخاري، الصوم، باب الصائم يصبح جنبا، ح:١٩٢٦ وصحيح مسلم، الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، ح:١١٠٩)

"رسول اللہ ﷺ کو (بعض دفعہ) اس طرح فجر ہوتی کہ آپ ہم بستری کرنے کی وجہ سے جنبی ہوتے' (اسی حالت میں آپ سحری کھا لیتے) اور پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔"

② روزے دار مسواک کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ» (صحيح البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، ح:٨٨٧ وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، ح:٢٥٢)

"اگر میری امت پر یہ بات گراں نہ ہوتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔"

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان عام ہے جس میں روزے دار اور غیر روزے دار دونوں شامل ہیں۔ اگر روزے کی حالت میں مسواک کرنا صحیح نہ ہوتا' تو نبی کریم ﷺ اس کی ضرور وضاحت فرما دیتے اور روزے دار کو مسواک کرنے سے منع فرما دیتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے دار زوال سے پہلے مسواک کر لیا کرے' لیکن زوال کے

بعد نہ کرے۔ لیکن یہ بے اصل بات ہے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کی تاکید ہے اور اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے روزے دار ہر وقت مسواک کر سکتا ہے اور مسواک ہی کی طرح ٹوتھ پیسٹ کرنا بھی جائز ہے۔

③ روزے دار کلی بھی کر سکتا ہے اور ناک میں پانی بھی ڈال سکتا ہے۔ تاہم روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط سے کام لے اور اس میں مبالغہ نہ کرے۔ جب کہ عام حالات میں اس میں مبالغہ کرنے کا حکم ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«وَبَالِغْ فِي الاِسْتِنْشَاقِ إِلاَّ أَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا»(سنن ابي داود، باب الصائم يصب عليه الماء من العطش... الخ، ح:٢٣٦٦)

"اور ناک میں خوب اچھی طرح سانس کھینچ کر پانی ڈال' مگر جب کہ تو روزے دار ہو۔"

یعنی روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنا تو جائز ہے' کہ وہ وضو کا ایک حصہ ہے' لیکن اس میں مبالغہ نہیں کرنا' یعنی سانس کھینچ کر پانی ناک کے اندر لے جانے کی کوشش نہیں کرنا۔ جب کہ روزے کی علاوہ عام حالات میں ایسا کرنے کا حکم ہے۔

④ روزے دار کے لئے بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے مباشرت کرنا (معانقہ کرنا اور بغل گیر ہونا) جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَلٰكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ»(صحيح البخاري، الصوم، باب المباشرة للصائم، ح:١٩٢٧ وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته، ح:١١٠٦)

"نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے اور مباشرت (یعنی معانقہ) کر لیا کرتے تھے لیکن آپ اپنی حاجت پوری کرنے میں بہت زیادہ

قدرت رکھنے والے تھے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنے جذبات اور خواہشات پر بڑا کنٹرول تھا۔ اس لئے بیوی سے بوس و کنار کرتے وقت آپ سے یہ اندیشہ نہیں تھا کہ آپ جذبات محبت میں بے قابو ہو کر اس سے تجاوز کر جائیں گے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ روزے کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار اگرچہ جائز ہے۔ لیکن یہ جائز کام صرف وہی شخص کرے جس کو اپنے جذبات پر کنٹرول ہو۔ بصورت دیگر اس سے باز رہے۔ اس بات کو علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ نوجوان آدمی کے لئے بیوی سے بوس و کنار کرنا مکروہ ہے اور عمر رسیدہ شخص کے لئے غیر مکروہ۔ کیونکہ نوجوان سے تجاوز کا خطرہ ہے' بوڑھے آدمی سے تجاوز کا خطرہ نہیں۔ بوس و کنار کی وجہ سے مذی نکل جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا (فقہ السنۃ' سید سابق مصری مرحوم)

⑤ روزے کی حالت میں ایسا ٹیکہ لگوانا جائز ہے' جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو۔ بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو۔ علاج کے لئے ٹیکہ بیرونی دوائی کی حیثیت رکھتا ہے' وہ معدے میں جاتا ہے نہ اس سے کوئی خوراک ہی حاصل ہوتی ہے۔

⑥ اسی طرح روزے کی حالت میں سینگی لگوائی جاسکتی ہے۔ یعنی فصد کے ذریعے سے گندا خون نکلوایا جاسکتا ہے۔ دانت نکلوایا جاسکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی ہے۔ (صحیح بخاری' الصوم باب الحجامة والقيء للصائم' حدیث : ۱۹۳۸ - ۱۹۳۹)

⑦ آنکھوں میں سرمہ لگانا اور کان یا آنکھ میں دوائی کے قطرے ڈالنا جائز ہے۔ چاہے اس کا اثر حلق میں بھی محسوس ہو۔ لیکن اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَلَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا»

(صحيح البخاري، الصوم، باب اغتسال الصائم)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت حسن اور حضرت ابراہیم رحمہما اللہ کے نزدیک روزے دار کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

⑧ روزے دار کھانا چکھ سکتا ہے، بشرطیکہ حلق میں نہ جائے۔ اسی طرح دانتوں میں دوائی مل جا سکتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«لاَ بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ»(صحيح البخاري، كتاب وباب مذكور)

"روزے دار اگر ہانڈی یا کوئی اور چیز چکھ لے، تو کوئی حرج نہیں۔"

کن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

﴿۱﴾ جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ بھول چوک یا جبر سے کوئی اس کو کچھ کھلا دے' تو روزہ برقرار رہے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ»(صحيح البخاري، الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، ح:۱۹۳۳ وصحيح مسلم، الصيام، باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر، ح:۱۱۵۵)

"جب کوئی بھول کر کھا پی لے' تو اس کو چاہئے کہ وہ روزہ پورا کرلے (اس کو توڑے نہیں) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا ہے۔"

حتیٰ کہ بھول کر بیوی سے ہم بستری بھی کر لے گا' تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (حوالہ ہائے مذکور)

﴿۲﴾ جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ طبیعت کی خرابی سے خودبخود قے آجائے' تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ»(سنن أبي داود، الصيام، باب الصائم يستقيء عامدًا، ح:۲۳۸۰)

"جس کو خود قے آگئی (اس کا روزہ برقرار ہے) اس پر قضاء نہیں اور اگر اس نے جان بوجھ کر قے کی' تو اس کو چاہئے کہ وہ قضاء دے۔"

﴿۳﴾ بیوی سے ہم بستری کرے گا تو نہ صرف روزہ ٹوٹ جائے گا' بلکہ اس کو اس کی قضاء کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور وہ کفارہ ہے۔ ایک گردن آزاد کرنا' یا بلاناغہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

(صحیح بخاری' الصوم' باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن.....' ح: ۱۹۳۶)

جو شخص عمداً کھا پی کر روزہ توڑ لے' اس کا کفارہ بھی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا نہیں؟ اس کی بابت اختلاف ہے۔ بعض علماء نے مذکورہ صورت پر قیاس کر کے اس کے لیے بھی مذکورہ کفاروں میں سے کوئی ایک کفارہ ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن دوسرے علماء کے نزدیک اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لینا اور توبہ و استغفار کر لینا کافی ہے۔ دوسری رائے ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے' واللہ اعلم۔

﴿۴﴾ گلوکوز یا خون یا کوئی اور غذائی مواد کسی ذریعے سے اندر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ اس کا مقصد پیٹ کے اندر چیز کا پہنچانا ہے' جو مُفْطِر صَوْم ہے۔

﴿۵﴾ حیض اور نفاس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ چاہے کسی وقت بھی اس کا آغاز ہو۔

﴿۶﴾ حالت بیداری میں استمناء بالید (مشت زنی) یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے سے یا بیوی کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے منی کا انزال ہو جائے' تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ تاہم احتلام (یعنی خواب میں منی خارج ہوجانے) سے روزہ نہیں ٹوٹے گا' کیونکہ یہ غیراختیاری فعل ہے۔ جب کہ پہلی صورتیں اختیاری ہیں۔

﴿۷﴾ نکسیر پھوٹ جائے یا کسی اور وجہ سے خون بہہ جائے' تو اسکی کمی کو دور کرنے کیلئے خون چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ گویا جسم سے خون کا نکلنا مفسد صوم نہیں' البتہ خون چڑھانا مفسد صوم ہے۔

قضاء کے بعض مسائل

﴿۱﴾ جو روزے بیماری' سفر یا حیض و نفاس کی وجہ سے رہ جائیں۔ رمضان کے بعد بلاتاخیر جلد سے جلد رکھنے چاہئیں۔ تاہم ان کے لئے تواتر ضروری نہیں یعنی وقفے وقفے سے بھی وہ پورے کئے جاسکتے ہیں۔

﴿۲﴾ جس طرح کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے کچھ فرض نمازیں ہوں۔ تو ان کی ادائیگی ضروری نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص زندگی میں روزہ رکھنے کی قوت سے محروم ہو جائے' تو اس کی طرف سے زندگی ہی میں اس کے بدلے ایک مسکین کو روزانہ کھانا کھلانا تو ضروری ہے۔ (جیسا کہ پہلے گزرا) تاہم اس کی طرف سے روزوں کی قضاء ضروری نہیں۔

﴿۳﴾ البتہ کسی کے ذمے نذر کے روزے ہوں اور وہ زندگی میں نہ رکھ سکا ہو' تو ان کی قضاء ورثاء کے لئے ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ»(صحيح البخاري، الصوم، باب من مات وعليه صوم، ح:١٩٥٢ وصحيح مسلم، الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، ح:١١٤٧)

"جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں' تو وارث اس کی طرف سے روزے رکھے۔"

اس حدیث میں فوت شدہ شخص کے ذمے رہ جانے والے روزوں کی قضائی کا جو حکم ہے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے' کہ اس کا تعلق نذر کے روزوں سے ہے نہ کہ رمضان کے روزوں سے۔ تاہم بعض علماء نے اس میں دو قسم کے افراد کو اور شامل کیا ہے۔ ایک وہ بیمار جس کو رمضان کے بعد بحالت صحت روزوں کی قضاء

کا موقع ملا، لیکن اس نے تساہل سے کام لیا اور روزے نہ رکھے، حتی کہ فوت ہو گیا۔
دوسرا وہ شخص، جس کے روزے سفر کی وجہ سے رہ گئے، رمضان کے بعد اسے روزے رکھنے کا موقع ملا، لیکن اس نے بھی تساہل کی وجہ سے روزے نہیں رکھے، حتیٰ کہ فوت ہو گیا۔ ان دونوں کے ذمے بھی فرض روزے رہ گئے جن کی ادائیگی ان کے ورثاء کی ذمے داری ہے۔

بے نمازی کا روزہ مقبول نہیں

آج مسلمانوں میں نماز جیسے اہم فریضے سے غفلت عام ہے۔ حالانکہ یہ ایسا فریضہ ہے کہ جس سے کفر و اسلام کے درمیان فرق و امتیاز ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلاَةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»(مسند أحمد:٣٤٦/٥ وجامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، ح:٢٦٢١)

''وہ عہد جو ہمارے (مسلمانوں) اور کافروں کے درمیان ہے، وہ نماز ہے، جس نے نماز کو ترک کر دیا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔''

گویا نماز دین کا وہ ستون ہے جس پر دین اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ لیکن مسلمان اتنی شدید غفلت میں مبتلا ہیں کہ بہت سے لوگ روزہ رکھنے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے۔ یاد رکھئے! اس طرح روزہ رکھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ جب بے نماز پر کفر تک کا حکم لگایا گیا ہے، تو کفر کے ساتھ روزہ رکھنے کا کیا مطلب؟ کافر کا تو کوئی عمل مقبول ہی نہیں۔ پھر بے نمازی کا روزہ کیوں کر قبول ہو گا؟

قیام اللیل یعنی نماز تراویح کے بعض مسائل

① نبی کریم ﷺ ہمیشہ قیام اللیل یعنی نماز تہجد کا اہتمام فرماتے تھے۔ لیکن ایک رمضان میں آپ نے تہجد کی یہ نماز تین دن باجماعت ادا فرمائی۔ آپ کے ساتھ صحابہ نے بھی نہایت ذوق و شوق کے ساتھ تین دن یہ نماز پڑھی۔ چوتھے دن بھی صحابہ قیام اللیل کے لئے آپ کے منتظر رہے۔ لیکن آپ حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں رمضان المبارک میں یہ قیام اللیل تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔ اس لئے اس کے بعد یہ قیام اللیل بطور نفلی نماز کے انفرادی طور پر ہوتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہی معمول رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں اس قیام اللیل کا باجماعت اہتمام کریں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر دوبارہ اس سنت کا احیاء عمل میں آیا' جسے رسول اللہ ﷺ نے خواہش کے باوجود' فرض ہو جانے کے خوف سے چھوڑ دیا تھا۔

② اس سے معلوم ہوا کہ یہ قیام اللیل فرض یا سنت مؤکدہ نہیں ہے' بلکہ اس کی حیثیت نفلی نماز کی ہے۔

③ یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت و عہد صحابہ میں اسے قیام اللیل کہا جاتا تھا یعنی تہجد کی نماز۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر رات کے آخری پہر۔ طلوع فجر تک ہے۔ اس وقت کے دوران کسی بھی وقت اسے پڑھا جاسکتا ہے۔

﴿۴﴾ وقت کی اسی وسعت اور گنجائش کی وجہ سے اس نماز تہجد کو رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے فوراً بعد پڑھ لیا جاتا ہے تاکہ کم از کم رمضان میں زیادہ سے زیادہ لوگ قیام اللیل کی فضیلت حاصل کر سکیں اور اسی وجہ سے اس کی جماعت کا بھی اہتمام ہوتا ہے' کیونکہ فرداً فرداً ہر شخص کے لئے اس کا پڑھنا مشکل ہے۔

﴿۵﴾ بعد میں اس قیام اللیل کو تراویح کا نام دے دیا گیا اور اسے رمضان کی مخصوص نماز سمجھا جانے لگا۔ حالانکہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے نہ یہ رمضان کی کوئی مخصوص نماز ہی ہے۔ یہ قیام اللیل یا نماز تہجد ہی ہے جس کا پڑھنا سارا سال ہمیشہ ہی مستحب اور اہل صلاح و تقویٰ کا معمول رہا ہے۔ اس لئے اسے اول وقت میں اور باجماعت پڑھنے یا نیا نام رکھنے کی وجہ سے' تہجد سے مختلف نماز سمجھنا بالکل بے اصل اور بلادلیل بات ہے۔

﴿۶﴾ رسول اللہ ﷺ کا قیام اللیل یا نماز تہجد میں کتنی رکعت پڑھنے کا معمول تھا؟ اسکی وضاحت صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعت اور وتر سمیت گیارہ رکعت ہے:

«مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلاَ فِي غَيْرِهِ، عَلَى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً» (صحيح البخاري، التهجد، باب قيام النبي بالليل في رمضان وغيره، ح:١١٤٧ وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل... الخ، ح:٧٣٩)

"رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ وضاحت ابوسلمہ کے اس سوال پر فرمائی تھی کہ نبی ﷺ کی رمضان میں (رات کی نماز) کس طرح ہوتی تھی؟ اس سوال کے جواب میں

جو کہا گیا کہ گیارہ رکعت ہی آپ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے' تو رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا ذکر کر کے یہ بات سمجھا دی کہ جو غیر رمضان میں آپ کی تہجد کی نماز ہوتی تھی' وہی رمضان میں آپ کی تراویح ہوتی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے تین راتیں جو باجماعت قیام اللیل فرمایا' ان میں بھی آپ نے آٹھ رکعات اور تین وتر ہی پڑھائے۔ ((قیام اللیل' للمروزی' اول کتاب قیام رمضان' ص ۱۵۵ المکتبة الاثریة' سانگلہ ہل))

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو باجماعت تراویح پڑھانے کا جو حکم دیا' وہ بھی گیارہ رکعتوں ہی کا تھا جو صحیح سند سے ثابت ہے۔ ((مؤطا امام مالک' باب ماجاء فی قیام رمضان ۱/ ۱۱۵ طبع بیروت))

﴿۷﴾ رمضان کے قیام اللیل یا تراویح میں ۲۰ رکعتوں کا معمول سنت نبوی کے خلاف ہے اور اس کے ثبوت میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں' وہ سب ضعیف ہیں۔ جس کا اعتراف علماء احناف کو بھی ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

- ((موطا امام محمد' باب قیام شهر رمضان' ص ۱۳۸' طبع مصطفائی ۱۲۹۷ھ۔
- نصب الرایة' علامه زیعلی حنفی' ۲/ ۱۵۳۔ طبع المجلس العلمی' دابھیل' سورت' بھارت۔
- مرقاة المفاتیح' ملا علی قاری حنفی' ۳/ ۱۹۲' ۱۹۴ مکتبة امدایة ملتان۔
- عمدة القاری شرح صحیح البخاری' علامة بدرالدین عینی حنفی' ۷/ ۱۷۷۔ طبع منیریه' مصر۔
- امام ابن همام حنفی فتح القدیر' شرح ہدایه' ۱/ ۳۳۴۔
- حاشیة صحیح بخاری' مولانا احمد علی سهارنپوری' ۱/ ۱۵۴۔
- امام ابن نُجَیْم حنفی' البحر الرائق' ۲/ ۷۲۔
- علامة طحطاوی حنفی' حاشیه درمختار' ۱/ ۲۹۵۔

- ردالمحتار (فتاوی شامی) علامہ ابن عابدین حنفی' ۴۹۵/۱۔
- سید احمد حموی حنفی' حاشیہ الاشباہ' ص ۹۔
- علامہ ابو السعود حنفی' شرح کنزالدقائق' ص ۲۶۵۔
- حاشیہ کنزالدقائق' مولانا محمد احسن نانوتوی' ص ۳۶۔
- مراقی الفلاح' شرح نور الایضاح' ابو الحسن شرنبلالی' ص ۲۴۷۔
- شیخ عبدالحق محدث دھلوی' ماثبت فی السنة' ص ۲۹۲۔
- مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے اپنے متعدد حواشی میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ مثلاً عمدة الرعاية' ۲۰۷/۱۔
- تعلیق الممجد' ص ۱۳۸۔
- تحفة الاخیار' ص ۲۸' طبع لکھنؤ۔
- حاشیہ ھدایة' ۱۵۱/۱۔ طبع قرآن محل کراچی۔
- مولانا انور شاہ کشمیری کی صراحت کیلئے ملاحظہ ہو: فیض الباری' ۴۲۰/۱۔
- العرف الشذی' ص ۳۰۹۔
- کشف الستر عن صلوة الوتر' ص ۲۷۔
- شاہ ولی اللہ محدث دھلوی' مصفی' شرح مؤطا فارسی مع مسوی ۱۷۷/۱۔ طبع کتب خانہ رحیمیہ' دھلی ۱۳۴۶ھ۔ وغیرھا من الکتب۔

ان تمام مذکورہ کتابوں میں سے بعض میں اگرچہ بعض صحابہ کے عمل کی بنیاد پر ۲۰ رکعات تراویح کا جواز یا استحباب ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن دو باتیں سب نے متفقہ طور پر تسلیم کی ہیں کہ تراویح کی مسنون تعداد آٹھ رکعات اور وتر سمیت گیارہ (۱۱) رکعات ہی ہیں نہ کہ بیس یا اس سے زیادہ۔ دوسری بات یہ کہ (۲۰) رکعات والی حدیث بالکل ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

﴿۸﴾ تراویح نفلی نماز ہے اور ایک مومن نوافل ادا کرتا ہے تو اس سے اس کا مقصد

اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا خصوصی قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لیکن عام مساجد میں جس طرح قرآن مجید تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے اور جتنی سرعت اور برق رفتاری سے رکوع' سجود اور قومہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔ کیا اس طرح قرآن کریم اور نماز کا حلیہ بگاڑنے سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی توقع کی جاسکتی ہے؟ نہیں' ہرگز نہیں۔ تیزی اور روانی میں قرآن کریم کے سارے اعجاز' فصاحت و بلاغت اور اس کے انذار و تبشیر کا بیڑا غرق کر دیا جائے اور اسی طرح نماز کی ساری روح مسخ کر دی جائے اور پھر امید رکھی جائے کہ ہمیں اجر و ثواب ملے گا' اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا اور ہم اس کے قرب خصوصی کے مستحق ہو جائیں گے۔ یہ سراسر بھول اور فریب نفس ہے' شیطان کا بھکاوا اور اس کا وسوسہ ہے' ہماری نادانی اور جہالت ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے قیام اللیل (تراویح) کی وہ فضیلت ہمیں حاصل ہو جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

(صحيح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ح:٢٠٠٩)

''جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا' اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

تو اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید میں حسن تجوید اور ترتیل کا اور اسی طرح نمازوں میں ارکان اعتدال کا اہتمام کریں' جیسا کہ ان دونوں باتوں کی تاکید ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا پڑھنا سننا کار ثواب ہے نہ تراویح و شبینوں کے اہتمام ہی کی کوئی اہمیت ہے۔

صدقۃ الفطر کے ضروری مسائل

رمضان کے آخر میں صدقۃ الفطر بھی ضروری ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ» (صحيح البخاري، الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، ح:١٥٠٣ وصحيح مسلم، الزكاة، باب زكاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير، ح:٩٨٤)

"رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ الفطر مقرر فرمائی ہے' ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو' غلام ہو یا آزاد' مرد ہو یا عورت' چھوٹا ہو' یا بڑا' یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ اسے نمازِ عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔"

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

① صدقۃ الفطر کے لئے صاحب نصاب یا صاحب حیثیت ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ ہر مسلمان پر فرض ہے' امیر ہو یا غریب۔ غریب بھی صدقۃ الفطر ادا کرے' اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے اسے اس پر پھر لوٹا دے گا۔

② یہ ہر چھوٹے بڑے حتیٰ کہ غلام اور نوکر چاکروں پر بھی فرض ہے۔ ان کے بڑے اور آقا چھوٹوں اور ماتحتوں کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کریں۔

③ اس کی مقدار ایک صاع حجازی ہے جو ڈھائی کلو کا ہوتا ہے۔ ہر شخص کی طرف

سے ڈھائی کلو غلہ ادا کیا جائے۔ بہتر ہے کہ کوئی جنس نکالی جائے' لیکن اس کی قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے۔

﴿۴﴾ اس کے مستحق وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں' مساکین و غربا اور یتیم و بیوگان وغیرہ۔ یا دینی مدارس کے طلباء۔

﴿۵﴾ اسے نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔ بعض لوگ عید گاہ پہنچ کر وہاں ادا کرتے ہیں' ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

﴿۶﴾ اسے عید سے دو تین دن قبل بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ادا کر دیا کرتے تھے۔

«كَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ»(صحيح البخاري، الزكاة، باب صدقة الفطر على الحر والمملوك، ح:١٥١١)

رمضان المبارک میں کرنے والے کام

ہم رمضان المبارک کا استقبال کیسے کریں؟

اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک کو بہت سے خصائص وفضائل کی وجہ سے دوسرے مہینوں کے مقابلے میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ جیسے:

- اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔
  ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْءَانُ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۱۸۵)
- اس کے عشرۂ اخیر کی طاق راتوں میں ایک قدر کی رات (شب قدر) ہوتی ہے' جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔
  ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ ﴾ (القدر ۹۷/ ۳)
  ''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' ہزار مہینے 83 سال 4 مہینے بنتے ہیں۔ عام طور پر ایک انسان کو اتنی عمر بھی نہیں ملتی۔ یہ امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اسے اتنی فضیلت والی رات عطا کی۔
- رمضان کی ہر رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔
- اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔
- سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کو سنوارتا اور مزین فرماتا ہے اور پھر جنت سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ میرے نیک بندے اس ماہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اور مجھے راضی کر کے تیرے پاس آئیں گے۔
- رمضان کی آخری رات میں روزے داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اگر

انہوں نے صحیح معنوں میں روزے رکھ کر ان کے تقاضوں کو پورا کیا ہو گا۔

- فرشتے، جب تک روزے دار روزہ افطار نہیں کر لیتے، ان کے حق میں رحمت ومغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔
- روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔

یہ اس مہینے کی چند خصوصیات اور فضیلتیں ہیں۔ اب ہمیں سوچنا ہے کہ ہم کیسے اس کا استقبال کریں؟ کیا ویسے ہی جیسے ہر مہینے کا استقبال ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور غفلت کیشیوں سے کرتے ہیں؟ یا اس انداز سے کہ ہم اس کی خصوصیات اور فضائل سے بہرہ ور ہو سکیں؟ اور جنت میں داخلے کے اور جہنم سے آزادی کے مستحق ہو سکیں؟

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کا استقبال اس طرح کرتے ہیں کہ غفلت کے پردے چاک کر دیتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کے ساتھ یہ عزم صادق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس ماہ مبارک کی عظمتوں اور سعادتوں سے ایک مرتبہ پھر نوازا ہے تو ہم اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کی فضیلتیں حاصل کریں گے اور اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، اعمال صالحہ بجا لانے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹنے میں صرف کریں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ اس مہینے کے کون سے وہ اعمال صالحہ ہیں جن کی خصوصی فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔

❀ ❀ ❀

رمضان المبارک کے خصوصی اعمال و وظائف

1 روزہ | ان میں سب سے اہم عمل، روزہ رکھنا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: إِلاَّ الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ (وَشَرَابَهُ) مِنْ أَجْلِيْ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ، وَلَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ»

(صحيح البخاري، باب فضل الصوم، ح: ١٨٩٤ وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، ح: ١٦٤ـ١٦٥ واللفظ لمسلم)

"انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے، اس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے۔ لیکن روزے کی بابت اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ یہ عمل (چونکہ) خالص میرے لئے ہے، اس لئے میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔ (کیونکہ) روزے دار صرف میری خاطر اپنی جنسی خواہش، کھانا اور پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اسے روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اسے اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔"

ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

(صحيح البخاري، الصوم، باب من صام رمضان إيمانًا واحتسابًا ونيةً، ح:١٩٠١)

”جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (یعنی اخلاص سے) رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“

یہ فضیلت اور اجر عظیم صرف کھانا پینا چھوڑ دینے سے حاصل نہیں ہو جائے گا‘ بلکہ اس کا مستحق صرف وہ روزے دار ہو گا جو صحیح معنوں میں روزوں کے تقاضے بھی پورے کرے گا۔ جیسے جھوٹ سے‘ غیبت سے‘ بدگوئی اور گالی گلوچ سے‘ دھوکہ فریب دینے سے اور اس قسم کی تمام بے ہودگیوں اور بدعملیوں سے بھی اجتناب کرے گا۔ اس لئے کہ فرمان نبوی ہے:

«مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لله حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»(صحيح البخاري، الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، ح:١٩٠٣)

”جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا‘ تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔“

اور فرمایا:

«اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ»
(صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقول: إني صائم إذا شتم، ح:١٩٠٤ وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، ح:١١٥١)

”روزہ ایک ڈھال ہے‘ جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو‘ تو وہ دل لگی کی باتیں کرے نہ شور و شغب۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنے کی کوشش کرے تو (اس کو) کہہ دے کہ میں تو روزے دار ہوں۔“

یعنی جس طرح ڈھال کے ذریعے سے انسان دشمن کے وار سے اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ اسی طرح جو روزے دار روزے کی ڈھال سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں سے بچے گا' تو اس کے لئے ہی یہ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لئے ڈھال ثابت ہو گا۔ اس لئے جب ایک مسلمان روزہ رکھے' تو اس کے کانوں کا بھی روزہ ہو' اس کی آنکھ کا بھی روزہ ہو' اس کی زبان کا بھی روزہ ہو اور اسی طرح اس کے دیگر اعضاء وجوارح کا بھی روزہ ہو۔ یعنی اس کا کوئی بھی عضو اور جز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ ہو اور اس کی روزے کی حالت اور غیر روزے کی حالت ایک جیسی نہ ہو بلکہ ان دونوں حالتوں اور دنوں میں فرق وامتیاز واضح اور نمایاں ہو۔

2 قیام اللیل

دوسرا عمل' قیام اللیل ہے۔ یعنی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں عجز ونیاز کا اظہار کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن (رحمٰن کے بندوں) کی جو صفات بیان فرمائی ہیں' ان میں ایک یہ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ ﴾ (الفرقان ٢٥/ ٦٤)

"ان کی راتیں اپنے رب کے سامنے قیام و سجود میں گزرتی ہیں"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

(صحيح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ح: ٢٠٠٩ وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، ح: ٧٥٩)

"جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا ایمان کی حالت میں' ثواب کی نیت (اخلاص) سے' تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

راتوں کا قیام نبی کریم ﷺ کا بھی مستقل معمول تھا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ بھی اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور ہر دور کے اہل علم وصلاح اور

اصحاب زہد وتقویٰ کا یہ امتیاز رہا ہے۔ خصوصاً رمضان المبارک میں اس کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔ رات کا یہ تیسرا آخری پہر اس لئے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ہر روز آسمان دنیا پر نزول فرماتا اور اہل دنیا سے خطاب کر کے کہتا ہے:

«مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ»(صحيح البخاري، التهجد، باب الدعاء والصلاة من آخر الليل، ح:١١٤٥)

"کون ہے جو مجھ سے مانگے' تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے' تو میں اس کو عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے' تو میں اسے بخش دوں؟"

3 **صدقہ و خیرات** تیسرا عمل صدقہ و خیرات کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ. . . فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ»(مسلم، الفضائل، باب جوده ﷺ، ح:٢٣٠٨)

"نبی ﷺ بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں ہوتی تھی.....اس مہینے میں (قرآن کا دور کرنے کیلئے) آپ سے جب جبریل علیہ السلام ملتے' تو آپ کی سخاوت اتنی زیادہ اور اس طرح عام ہوتی جیسے تیز ہوا ہوتی ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں عام دنوں کے مقابلے میں صدقہ و خیرات کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔

صدقہ وخیرات کا مطلب ہے اللہ کی رضاجوئی کیلئے فقراء ومساکین' یتامیٰ وبیوگان اور معاشرے کے معذور اور بے سہارا افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا اور ان کی خبرگیری کرنا۔ بے لباسوں کو لباس پہنانا' بھوکوں کو غلہ فراہم کرنا' بیماروں کا علاج معالجہ کرنا' یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرنا' معذوروں کا سہارا بننا' مقروضوں کو قرض کے بوجھ سے نجات دلادینا اور اس طرح کے دیگر افراد کے ساتھ تعاون وہمدردی کرنا۔

سلف صالحین میں اطعام طعام کا ذوق وجذبہ بڑا عام تھا' اور یہ سلسلہ بھوکوں اور تنگ دستوں ہی کو کھلانے تک محدود نہ تھا' بلکہ دوست احباب اور نیک لوگوں کی دعوت کرنے کا بھی شوق فراواں تھا' اس لئے کہ اس سے آپس میں پیار ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے اور نیک لوگوں کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں جن سے گھروں میں خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے۔

4 روزے کھلوانا | ایک عمل روزے کھلوانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»(جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في فضل من فطر صائما، ح:٨٠٧)

"جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا' تو اس کو بھی روزے دار کی مثل اجر ملے گا' بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کرے۔"

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ»(شرح السنة، باب ثواب من فطر صائما، ح:١٨١٩ وشعب الإيمان، الصيام، فضل فيمن فطر صائما، ح:٣٩٥٣)

"جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا یا کسی مجاہد کو سامان حرب دے کر تیار کیا تو اس کے لئے بھی اس کی مثل اجر ہے۔"

5 کثرت تلاوت قرآن کریم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا' اس لئے قرآن کریم کا نہایت گہرا تعلق رمضان المبارک سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں نبی اکرم ﷺ جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابہ و تابعین بھی اس ماہ میں کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرتے تھے' ان میں سے کوئی دس دن میں' کوئی سات دن میں اور کوئی تین دن میں قرآن ختم کرلیا کرتا تھا۔ اور بعض کی بابت آتا ہے کہ وہ اس سے بھی کم مدت میں قرآن ختم کر لیتے تھے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حدیث میں تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرنے کی جو ممانعت ہے' اس کا تعلق عام حالات وایام سے ہے۔ فضیلت والے اوقات اور فضیلت والے مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی ان اوقات اور مقامات میں تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنا جائز ہے۔ جیسے رمضان المبارک کے شب وروز' بالخصوص شب قدر ہے۔ یا جیسے مکہ ہے جہاں حج یا عمرے کی نیت سے کوئی گیا ہو۔ ان اوقات اور جگہوں میں چونکہ انسان ذکر وعبادت کا کثرت سے اہتمام کرتا ہے' اس لئے کثرت تلاوت بھی مستحب ہے۔ تاہم حدیث کے عموم کو ملحوظ رکھنا اور کسی بھی وقت یا جگہ کو اس سے مستثنیٰ نہ کرنا' زیادہ صحیح ہے۔ توجہ اور اہتمام سے روزانہ دس پاروں کی تلاوت بھی کافی ہے' باقی اوقات میں انسان دوسری عبادات کا اہتمام کر سکتا ہے۔ یا قرآن کریم کے مطالب ومعانی کے سمجھنے میں صرف کر سکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح تلاوت مستحب ومطلوب ہے' اسی طرح قرآن میں تدبر کرنا اور اس کے مطالب ومعانی کو سمجھنا بھی پسندیدہ اور امر مؤکد ہے۔

6 تلاوت قرآن میں خوف وبکاء کی مطلوبیت قرآن کریم کو پڑھتے اور سنتے وقت انسان پر خوف اور رقت کی کیفیت بھی طاری ہونی چاہئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب پڑھنے اور سننے والے مطالب ومعانی سے بھی واقف ہوں۔ اسی لئے قرآن کو شعروں کی سی تیزی اور روانی

سے پڑھنے کی ممانعت ہے' جس کا مطلب یہی ہے کہ قرآن کو محض تاریخ و قصص کی کتاب نہ سمجھا جائے بلکہ اسے کتاب ہدایت سمجھ کر پڑھا جائے' آیات وعد و وعید اور انذار و تبشیر پر غور کیا جائے' جہاں اللہ کی رحمت و مغفرت اور اس کی بشارتوں اور نعمتوں کا بیان ہے وہاں اللہ سے ان کا سوال کیا جائے اور جہاں اس کے انذار و تخویف اور عذاب و وعید کا تذکرہ ہو' وہاں ان سے پناہ مانگی جائے۔ ہمارے اسلاف اس طرح غور و تدبر سے قرآن پڑھتے تو ان پر بعض دفعہ ایسی کیفیت اور رقت طاری ہوتی کہ بار بار وہ ان آیتوں کی تلاوت کرتے اور خوب بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے۔ سننے والے بھی غور و تدبر سے سنیں تو ان پر بھی یہی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((اقْرَأْ عَلَيَّ)) "مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

«أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ»

"میں آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔"

آپ نے فرمایا:

«إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ»

"میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا چاہتا ہوں" چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کر دی۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ ﴾ (النساء٤/ ٤١)

"اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ حاضر کریں گے' اور (اے محمد ﷺ) ان سب پر آپ کو گواہ بنائیں گے۔"

تو آپ نے فرمایا: ((حَسْبُكَ)) "بس کرو" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری

تھے۔ (صحیح بخاری' تفسیر سورۃ النساء' حدیث:۴۵۸۲)

نبی ﷺ اس طرح غور وتدبر سے قرآن پڑھتے اور اس سے اثر پذیر ہوتے کہ جن سورتوں میں قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیا ہے۔

«شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَأَخَوَاتُهَا قَبْلَ الْمَشِيْبِ»(المعجم الكبير للطبراني ١٧/ ٢٨٦/ ٧٩٠، وانظر الصحيحه، ح:٩٥٥)

دوسری روایت میں ہے:

«شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلاَتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ»(جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الواقعة، ح:٣٢٩٧ وصحيح الجامع الصغير: ١/ ٦٩٢)

"مجھے سورۂ ہود' (اور اس جیسی دوسری سورتوں) سورۂ واقعہ' مرسلات اور ((عم یتساءلون)) نے بوڑھا کر دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنا اور رونا' اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: "سات آدمیوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ عطاء فرمائے گا' ان میں ایک وہ شخص ہو گا جس کی آنکھوں سے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عظمت وہیبت کے تصور سے آنسو جاری ہو جائیں۔

«رَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ»(صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة... الخ، ح:٦٦٠، ٦٤٧٩)

ایک واقعہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ پچھلی امتوں میں ایک شخص تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کو مال ودولت سے نوازا تھا' لیکن وہ سمجھتا تھا کہ میں نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور بہت گناہ کئے ہیں۔ چنانچہ موت کے وقت اس نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت

کی کہ میری لاش جلا کر اس کی راکھ تیز ہوا میں اڑا دینا (بعض روایت میں ہے کہ سمندر میں پھینک دینا) چنانچہ اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اس کے اجزاء کو جمع کیا اور اس سے پوچھا: "تو نے ایسا کیوں کیا؟" اس نے کہا صرف تیرے خوف نے مجھے ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ (صحیح بخاری' الرقاق' باب الخوف من اللّٰہ عزوجل' حدیث:۶۴۸۱)

بہرحال اللہ کا خوف اپنے دل میں پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہیئے اور اس کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت غور و تدبر سے کی جائے اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھا جائے اور اللہ کی عظمت و جلالت کو قلب و ذہن میں مستحضر کیا جائے۔

7 اعتکاف رمضان کی ایک خصوصی عبادت اعتکاف ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ رمضان کے آخری دس دن' رات دن مسجد کے ایک گوشے میں گزارتے اور دنیوی معمولات اور تعلقات ختم فرما دیتے۔ نبی اکرم ﷺ اتنی پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ اعتکاف نہ بیٹھ سکے' تو آپ نے شوال کے آخری دس دن اعتکاف فرمایا۔ (صحیح بخاری' الاعتکاف' باب الاعتکاف فی شوال' حدیث:۲۰۴۱)

اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے رمضان میں دس دن کی بجائے ۲۰ دن اعتکاف فرمایا۔ (صحیح بخاری' الاعتکاف' حدیث:۲۰۴۴)

اعتکاف کے معنی ہیں "جھک کر یک سوئی سے بیٹھ رہنا" اس عبادت میں انسان صحیح معنوں میں سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں یکسو ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی ساری توجہ اس امر پر مرکوز رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ چنانچہ وہ اس گوشۂ خلوت میں بیٹھ کر توبہ و استغفار کرتا ہے۔ نوافل پڑھتا ہے' ذکر و تلاوت کرتا ہے۔ دعا و التجا کرتا ہے اور یہ سارے ہی کام عبادات ہیں۔ اس اعتبار سے اعتکاف گویا مجموعۂ عبادات ہے۔

اعتکاف کے ضروری مسائل

اس موقع پر اعتکاف کے ضروری مسائل بھی سمجھ لینے مناسب ہیں:

① اس کا آغاز ۲۰ رمضان المبارک کی شام سے ہوتا ہے۔ مُعْتکِف مغرب سے پہلے مسجد میں آجائے اور صبح فجر کی نماز پڑھ کر مُعْتکِف (جائے اعتکاف) میں داخل ہو۔

② اس میں بلا ضرورت مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

③ بیمار کی مزاج پرسی' جنازے میں شرکت اور اس قسم کے دیگر رفاہی اور معاشرتی امور میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ہے۔

④ البتہ بیوی آکر مل سکتی ہے' خاوند کے بالوں میں کنگھی وغیرہ کر سکتی ہے۔ خاوند بھی اسے چھوڑنے کے لئے گھر تک جا سکتا ہے' اسی طرح اگر کوئی انتظام نہ ہو اور گھر بھی قریب ہو تو اپنی ضروریات زندگی لینے کے لئے گھر جا سکتا ہے۔

⑤ غسل کرنے اور چارپائی استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔

⑥ اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے' یعنی جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔

⑦ عورتیں بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں' لیکن ان کے لئے اعتکاف بیٹھنے کی جگہ مساجد ہی ہیں نہ کہ گھر۔ جیسا کہ بعض مذہبی حلقوں میں گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا سلسلہ ہے۔ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف بیٹھتی رہی ہیں اور ان کے خیمے مسجد نبوی میں ہی لگتے تھے' جیسا کہ صحیح بخاری میں وضاحت موجود ہے اور قرآن کریم کی آیت: ﴿ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ ﴾ (البقرہ: ۱۸۷) سے بھی واضح ہے۔

اس لئے عورتوں کا گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا رواج بے اصل اور قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔ تاہم چونکہ یہ نفلی عبادت ہے۔ بنابریں جب تک کسی مسجد

میں عورتوں کیلئے الگ مستقل جگہ نہ ہو' جہاں مردوں کی آمدورفت کا سلسلہ بالکل نہ ہو' اس وقت تک عورتوں کو مسجدوں میں اعتکاف نہیں بیٹھنا چاہیئے۔

ایک فقہی اصول ہے ((دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ)) ''یعنی خرابیوں سے بچنا اور ان کے امکانات کو ٹالنا بہ نسبت مصالح حاصل کرنے کے' زیادہ ضروری ہے۔'' اس لئے جب تک کسی مسجد میں عورت کی عزت و آبرو محفوظ نہ ہو' وہاں اس کے لئے اعتکاف بیٹھنا مناسب نہیں۔

۸ لیلۃ القدر کی تلاش

لیلۃ القدر' جس کی یہ فضیلت ہے کہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے' یہ بھی رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ اور اسے مخفی رکھنے میں بھی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایک مومن اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے پانچوں راتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرے۔ نبی ﷺ نے اس کی فضیلت میں بیان فرمایا ہے:

«مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» (صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب (١)، ح: ٢٠١٤)

''جس نے شب قدر میں قیام کیا (یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اسے تلاش کرنے کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ فرمایا:

«إِنِّيْ أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّيْ نَسِيْتُهَا (أَوْ أُنْسِيْتُهَا) فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ كُلِّ وِتْرٍ» (صحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر والحث على طلبها... الخ، ح: ١١٦٧)

''مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی' لیکن (اب) اسے بھول گیا (یا مجھے بھلا دیا گیا) پس تم اسے رمضان کے آخری دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

یعنی ان طاق راتوں میں خوب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' تاکہ تم لیلۃ القدر کی فضیلت پا سکو۔

⑨ آخری عشرے میں نبی ﷺ کا معمول یہ بات واضح ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں ہی اعتکاف کیا جاتا ہے اور اسی عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات' لیلۃ القدر بھی ہے' جس کی تلاش و جستجو میں ان راتوں کو قیام کرنے اور ذکر و عبادت میں رات گذارنے کی تاکید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس عشرۂ اخیر میں عبادت کے لئے خود بھی کمر کس لیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی حکم دیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ»(صحيح مسلم، الاعتكاف، باب الاجتهاد في العشر الأواخر من شهر رمضان، ح: ١١٧٤)

"رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ رات کا بیشتر حصہ جاگ کر گزارتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت میں) خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔"

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ، مَا لاَ يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهِ»(صحيح مسلم، الاعتكاف، ح: ١١٧٥)

"رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں جتنی محنت کرتے تھے' اور دنوں میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے۔"

اس محنت اور کوشش سے مراد' ذکر و عبادت کی محنت اور کوشش ہے۔ اس لئے ہمیں بھی ان آخری دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ذکر و عبادت اور توبہ و استغفار کا خوب خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

(۱۰) لیلۃ القدر کی خصوصی دعا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے' تو میں کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: یہ دعا پڑھو:

«اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب في فضل سؤال العافية والمعافاة، ح:۳۵۱۳)

''اے اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے' معاف کرنا تجھے پسند ہے' پس تو مجھے معاف فرمادے۔''

(۱۱) رمضان المبارک میں عمرہ کرنا رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا:

«فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِيْ فِيْهِ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ حَجَّةٌ»(صحيح البخاري، العمرة، باب عمرة في رمضان، ح:۱۷۸۲ وصحيح مسلم، الحج، باب فضل العمرة في رمضان، ح:۱۲۵٦)

اور بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«حَجَّةٌ مَعِيْ»(صحيح البخاري، جزاء الصيد، ح:۱۸٦۳)

اس مقام پر اس عورت کا نام بھی ام سنان انصاریہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''جب رمضان آئے تو اس میں عمرہ کرنا' اس لئے کہ رمضان میں عمرہ کرنا' حج کے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔''

(۱۲) نبی ﷺ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ آپ اکثر فجر کی نماز پڑھ کر اپنے مصلے پر تشریف رکھتے یہاں تک کہ سورج خوب چڑھ آتا۔

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِيْ مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا»(صحيح مسلم، المساجد، باب فضل الجلوس في

مصلاہ بعد الصبح وفضل المساجد، ح: ٦٧٠)

ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ، ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ»(جامع الترمذي، الجمعة، باب ما ذكر مما يستحب من الجلوس.... الخ، ح:٥٨٦ وحسنه الألباني في تعليق المشكوٰة: ١/٣٠٦، باب الذكر بعد الصلوٰة)

''جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی' پھر (مسجد میں) بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا' یہاں تک کہ سورج نکل آیا' پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی' تو اس کو ایک حج اور عمرے کی مثل اجر ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پورے حج وعمرے کا' پورے حج وعمرے کا' پورے حج وعمرے کا''

یہ فضیلت عام ہے' رمضان اور غیر رمضان دونوں حالتوں میں مذکورہ دو رکعتوں کی وہ فضیلت ہے جو اس میں بیان کی گئی ہے۔ اسے اعمال رمضان میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عام دنوں میں تو ہر مسلمان کیلئے اس فضیلت کا حاصل کرنا مشکل ہے۔ تاہم رمضان میں' جب کہ نیکی کرنے کا جذبہ زیادہ قوی اور ثواب کمانے کا شوق فراواں ہوتا ہے' اس لئے رمضان میں تو یہ فضیلت حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیئے۔

(۳) کثرت دعا کی ضرورت

قرآن مجید میں اللہ نے رمضان المبارک کے احکام ومسائل کے درمیان دعا کی ترغیب بیان فرمائی ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ ﴾

(البقرة٢/ ١٨٦)

''جب میرے بندے آپ سے میری بابت پوچھیں' تو میں قریب ہوں' پکارنے

والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ کو پکارے' لوگوں کو چاہیئے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔"

اس سے علماء اور مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا اس انداز بیان سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ رمضان المبارک میں دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام کیا جائے' کیونکہ روزہ ایک تو اخلاص عمل کا بہترین نمونہ ہے۔ دوسرے' روزے کی حالت میں انسان نیکیاں بھی زیادہ سے زیادہ کرتا ہے' راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا اور توبہ و استغفار بھی کرتا ہے۔ اور یہ سارے عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں۔

اس لئے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی خوب کی جائیں' خصوصاً افطاری کے وقت اور رات کے آخری پہر میں' جب اللہ تعالیٰ خود آسمان دنیا پر نزول فرما کر لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو' میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ تاہم قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے کہ دعا کے آداب و شرائط کا بھی اہتمام کیا جائے۔ جیسے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی ﷺ پر درود کا اہتمام۔
۲۔ حضور قلب اور خشوع کا اظہار۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و یقین۔
۴۔ تسلسل و تکرار سے دعا کرنا اور جلد بازی سے گریز۔
۵۔ صرف حلال کمائی پر قناعت اور حرام کمائی سے اجتناب' وغیرہ۔

اس سلسلے میں چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اُدْعُوا اللهَ وَأَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالإِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ لاَ يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لاَهٍ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء بتقديم الحمد والثناء... الخ، ح:٣٤٧٩)

"اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں یہ یقین ہو کہ وہ ضرور دعا قبول

فرمائے گا اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل' بے پروا دل سے نکلی ہوئی دعا قبول نہیں فرماتا۔"

ایک اور حدیث میں فرمایا:

«لاَ يَقُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ إِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّهُ لاَ مُسْتَكْرِهَ لَهُ» (صحيح البخاري، الدعوات. باب ليعزم المسألة فإنه لا مكره له، ح:٦٣٣٩ وصحيح مسلم، الذكر والدعاء. . .، باب العزم بالدعاء ولا يقل إن شئت، ح:٢٦٧٩)

"جب تم میں سے کوئی دعا کرے' تو اس طرح دعا نہ کرے: "اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے' اگر تو چاہے تو رحم فرما" بلکہ پورے یقین' اذعان اور الحاح واصرار سے دعا کرے۔ اس لئے کہ اسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔"

ایک حدیث میں فرمایا:

«لاَ يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ، مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ، قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! مَا الاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيْبُ لِيْ، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ، وَيَدَعُ الدُّعَاءَ» (صحيح البخاري، الدعوات، باب يستجاب للعبد ما لم يعجل، ح:٦٣٤٠ وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب بيان أنه يستجاب للداعي مالم يعجل... الخ، ح:٢٧٣٥ واللفظ لمسلم)

"بندے کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے' جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو اور جلد بازی بھی نہ کی جائے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! جلد بازی کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کہتا ہے' میں نے دعا کی اور بار بار دعا کی۔ لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں وہ ست اور مایوس ہو

جاتا اور دعا کرنا چھوڑ بیٹھتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے' پراگندہ حال گرد و غبار میں اٹا ہوا اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتا اور کہتا ہے:

«يَارَبِّ يَارَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟»(صحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، ح:١٠١٥)

"اے رب! اے رب! کرتے ہوئے دعا کرتا ہے' حالانکہ اس کا کھانا حرام کا ہے' اس کا پینا حرام کا ہے اور اس کا لباس بھی حرام کا ہے' حرام کی غذا ہی اس کی خوراک ہے' تو ایسے شخص کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟"

مذکورہ احادیث سے ان آداب و شرائط کی وضاحت ہو جاتی ہے جو اس عنوان کے آغاز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان آداب و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعا کی جائے تو یقیناً وہ دعا قبول ہوتی ہے یا اس کے عوض کچھ اور فوائد انسان کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ جیسے ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا إِثْمٌ وَّلاَ قَطِيْعَةُ رَحِمٍ إِلاَّ أَعْطَاهُ اللهُ بِهَا إِحْدٰى ثَلاَثٍ، إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا، قَالُوْا: إِذَنْ نُكْثِرَ، قَالَ: اللهُ أَكْثَرُ»(مسند أحمد:٣/١٨)

"جو مسلمان بھی کوئی دعا کرتا ہے۔ بشرطیکہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دعا کی وجہ سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا کرتا ہے' یا تو فی الفور اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے' یا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے یا اس سے اس کی مثل اس کو پہنچنے والی برائی کو دور کر دیتا

ہے۔ یہ سن کر صحابہ نے کہا: تب تو ہم خوب دعائیں کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس بھی بہت خزانے ہیں۔"

﴿۴﴾ ایک دوسرے کے حق میں غائبانہ دعا کی فضیلت

انسان کو صرف اپنے ہی لئے دعا نہیں کرنی چاہیئے' بلکہ اپنے دوست احباب اور خویش واقارب کے حق میں پر خلوص دعائیں کرنی چاہئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لأَخِيْهِ ـ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ـ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ، كُلَّمَا دَعَا لأَخِيْهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِيْنَ، وَلَكَ بِمِثْلٍ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء بظهر الغيب، ح: ٢٧٣٣)

"مسلمان کی اپنے (مسلمان) بھائی کے حق میں غائبانہ دعا' قبول ہوتی ہے۔ اس کے سر پر ایک مقررہ فرشتہ ہوتا ہے' جب بھی وہ اپنے بھائی کے لئے دعائے خیر کرتا ہے' تو اس پر مقررہ فرشتہ کہتا ہے "آمین" (اے اللہ! اس کی دعا قبول فرما لے) اور تجھے بھی اس کی مثل اللہ دے۔"

﴿۵﴾ بددعا سے اجتناب کیا جائے

انسان فطرتاً کمزور اور جلد باز ہے' اس لئے جب وہ کسی سے تنگ آجاتا ہے تو فوراً بد دعائیں دینی شروع کر دیتا ہے حتی کہ اپنی اولاد کو اور اپنے آپ کو بھی بد دعائیں دینے سے گریز نہیں کرتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَدْعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، وَلاَ تَدْعُوْا عَلٰى أَوْلاَدِكُمْ، وَلاَ تَدْعُوْا عَلٰى أَمْوَالِكُمْ، لاَ تُوَافِقُوْا مِنَ اللهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبُ لَكُمْ»(صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب حديث جابر الطويل، وقصة أبي اليسر، ح: ٣٠٠٩)

”اپنے لئے بددعا نہ کرو' اپنی اولاد کے لئے بددعا نہ کرو' اپنے مال اور کاروبار کے لئے بددعا نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددعا ایسی گھڑی کے موافق ہو جائے' جس میں اللہ تعالیٰ انسان کو وہ کچھ عطا فرما دیتا ہے جس کا وہ سوال کرتا ہے' اور یوں وہ تمہاری بددعائیں تمہارے ہی حق میں قبول کر لی جائیں۔“

(۱۶) مظلوم کی آہ سے بچو

یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان' دوسرے مسلمان بلکہ کسی بھی انسان پر ظلم نہ کرے۔ اس لئے کہ مظلوم کی بددعا فوراً عرش پر پہنچتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ»
(صحيح البخاري، الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء ... الخ، ح:١٤٩٦
وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الاسلام، ح:١٩)

”مظلوم کی بددعا سے بچو' اس لئے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہوتی۔“

(۱۷) حق تلفیوں کا ازالہ اور گناہوں سے اجتناب کریں

یہ مہینہ توبہ واستغفار اور اللہ کی رحمت ومغفرت کا مہینہ ہے۔ یعنی اس میں ایک مسلمان کثرت سے توبہ واستغفار کرتا ہے' اور توبہ واستغفار سے حقوق اللہ تعالیٰ میں روا رکھی گئی کوتاہیاں تو شاید اللہ معاف فرما دے۔ لیکن حقوق العباد سے متعلق کوتاہیاں اس وقت تک معاف نہیں ہوں گی' جب تک دنیا میں ان کا ازالہ نہ کر لیا جائے۔ مثلاً کسی کا حق غصب کیا ہے تو اسے واپس کیا جائے۔ کسی کو سب وشتم یا الزام وبہتان کا نشانہ بنایا ہے تو اس سے معافی مانگ کر اسے راضی کیا جائے' کسی کی زمین یا کوئی اور جائیداد ہتھیائی ہے تو وہ اسے لوٹا دے۔ جب تک ایک مسلمان اس طرح تلافی اور ازالہ نہیں کرے گا' اس کی توبہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی طرح وہ کسی اور معاملے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا

ارتکاب کر رہا ہے۔ مثلاً رشوت لیتا ہے' سود کھاتا ہے' حرام اور ناجائز چیزوں کا کاروبار کرتا ہے' یا کاروبار میں جھوٹ اور دھوکے سے کام لیتا ہے' تو جب تک ان گناہوں اور حرکتوں سے بھی انسان باز نہیں آئے گا اس کی توبہ بے معنی اور مذاق ہے۔

اسی طرح اس مہینے میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت عام ہوتی ہے۔ لیکن اس کے مستحق وہی مومن قرار پاتے ہیں جنھوں نے گناہوں کو ترک کر کے اور حقوق العباد ادا کر کے خالص توبہ کر لی ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ تو اس مہینے میں بھی رحمت و مغفرت الٰہی سے محروم رہ سکتے ہیں۔

﴿۱۸﴾ اپنے دلوں کو باہمی بغض و عناد سے پاک کریں

اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا مستحق بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم آپس میں اپنے دلوں کو ایک دوسرے کی بابت بغض و عناد سے پاک کریں' قطع رحمی سے اجتناب کریں اور اگر ایک دوسرے سے دنیوی معاملات کی وجہ سے بول چال بند کی ہوئی ہے تو آپس میں تعلقات بحال کریں۔ ورنہ یہ قطع رحمی' ترک تعلق اور باہم بغض و عناد بھی مغفرت الٰہی سے محرومی کا باعث بن سکتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لاَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلاَّ رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا»(صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن الشحناء، ح: ٢٥٦٥)

"پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کو معاف کر دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا' سوائے اس آدمی کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی اور

بغض ہو۔ ان کی بابت کہا جاتا ہے کہ جب تک یہ باہم صلح نہ کرلیں اس وقت تک ان کی مغفرت کے معاملے کو مؤخر کردو۔ صلح کرنے تک ان کے معاملے کو مؤخر کردو۔ ان کے باہم صلح کرنے تک ان کے معاملے کو مؤخر کردو۔"

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپس میں بغض وعناد اور ترک تعلق کتنا بڑا جرم ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھنے اور تعلق ترک کئے رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا:

«لاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلاَثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ»(مسند أحمد:١/١٧٦، ١٨٣ وسنن أبي داود، الأدب، باب في هجرة الرجل أخاه، ح:٤٩١٤ وقال الألباني، إسناده صحيح، انظر تعليق المشكوٰة:٣/ ١٤٠٠)

"کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع کئے رکھے۔ اور جس نے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور اسی حال میں اس کو موت آگئی، تو وہ جہنمی ہے۔"

اسی طرح قطع رحمی کا جرم ہے یعنی رشتے داروں سے رشتے ناطے توڑ لینا، ان سے بدسلوکی کرنا اور ان سے تعلق قائم نہ رکھنا۔ ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ»(صحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، ح:٢٥٥٦)

"قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اعمال سے بچائے جو جنت میں جانے سے رکاوٹ بن سکتے ہیں اور ایسے اعمال کرنے کی توفیق سے نوازے جو ہمیں رحمت ومغفرت الٰہی کا مستحق بنادیں۔ (آمین)